ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org

2

6 تا 12 صفر المظفر 1432ھ/11 تا 17 جنوری 2011ء

اس شمارے میں

"باخدا دیوانہ باش و بامحمدؐ ہوشیار"

انسان مالک نہیں، امین ہے

گستاخِ رسولؐ کی سزا

شانِ اقدسؐ میں گستاخی — جرمِ عظیم

مسائل کا حل: رجوع الی اللہ

دُعا جو رحمتوں کے دریچے کھول دیتی ہے

جمہوریت نہیں، خلافت!

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

انسانی اضطراب کا علاج؟

آج دنیا میں صرف ایک ہی انسانی جماعت ان ہمہ گیر تصورات اور مستقل اقدارِ حیات کو ماننے والی ہے جسے قرآن حکیم نے "اُمتِ مسلمہ" کا خطاب دیا ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرہ میں حیرت انگیز اور بے مثال صالح انقلاب پیدا کیا تھا اور جدید نظامِ تمدن کے قیام و نفاذ سے دنیائے انسانیت پر زندگی کی راہیں کھول دی تھیں۔ یہ صالح نظامِ اجتماعی اگرچہ دیر تک قائم نہ رہ سکا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں حریت و مساوات کی جو آوازیں گونج رہی ہیں، وہ اسی کی صدائے بازگشت ہیں اور عصرِ حاضر کا انسان اس تابناک مثال کو سامنے رکھ کر ہی آگے کی طرف بڑھ سکتا ہے۔

تمدنِ جدید کی صنعت کاریاں بیشک دلفریب اور جاذبِ نظر ہیں لیکن حقیقی سکونِ قلب، طمانیتِ خاطر، باہم محبت اور اخوت و مساوات کے روح پرور نظارے جو اُس مقدس دور میں دیکھنے والوں نے دیکھے تھے، اُن کے لیے انسانیت آج تک مضطرب و بے قرار ہے اور عصرِ رواں کی مادّی تہذیب جس قدر بڑھتی اور پھیلتی جائے گی، اسی قدر عالمِ انسانی کا اضطراب بڑھتا جائے گا۔ حل یہی ہے کہ اسلام کو ایک کامل اور ہمہ گیر نظامِ حیات کی حیثیت سے قبول کیا جائے اور زندگی کا کوئی شعبہ اس کی ہدایت و رہنمائی سے محروم نہ ہو۔

تعمیری انقلاب اور قرآنی اصولِ حکمت
حیدر زماں صدیقی

الھدیٰ (446)

سورۃ التوبہ

(آیت:74)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

’’یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوا اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر ﷺ نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا ہے؟ تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دُکھ دینے والا عذاب دے گا، اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔‘‘

منافقین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام کی توہین کرتے۔ جب کوئی مسلمان اُن کے تمسخر و استہزاء پر مبنی باتیں حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچا دیتا تو اُسے جھٹلا دیتے اور اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی، نہ تمسخر اُڑایا نہ استہزاء کیا، اللہ فرماتا ہے، یہ جھوٹے ہیں انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے۔ ایک بات جو منافقین نے کہی تھی اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورۃ المنافقون میں آئے گا۔ کسی نوجوان نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے ذکر کر دیا کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے۔ اب آپؐ نے اُسے طلب کر لیا۔ اُس منافق نے کہا، حضورؐ یہ جوان جھوٹ بولتا ہے، اس نے خواہ مخواہ فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ نے اس نوجوان کو اس آیت کے ذریعے سچا کیا۔ وھموا بما لم ینالوا ’’اور انہوں نے ارادہ کیا تھا اُس شے کا جس کو وہ حاصل نہ کر سکے‘‘۔ یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے تو ایک موقع پر آپؐ قافلے سے ہٹ کر ایک پہاڑی راستے میں سے گزرے۔ وہ تنگ راستہ تھا۔ وہاں سے ایک وقت میں صرف ایک اونٹ گزر سکتا تھا۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ دو صحابہ رضی اللہ عنہما تھے۔ وہاں چند منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں آپؐ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ مگر آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں نے انہیں مار بھگایا۔ یہ دو صحابی حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما تھے۔ ان دونوں کو آپؐ نے اُن منافقین کے نام بھی بتا دیئے مگر ساتھ ہی ہدایت کر دی کہ تمہارے پاس یہ مرا راز رہے گا، تم نے یہ نام کسی کو بتانے نہیں۔ اسی لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صاحب سر النبی کہا جاتا ہے۔ یہاں منافقین کی اِسی سازش کا ذکر ہوا کہ انہوں نے تو یہ ناپاک ارادہ کیا تھا مگر اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

منافقین یہ کارروائیاں الٹا اس چیز کے بدلے میں کر رہے تھے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کی طلب مال دیکھ کر انہیں زکوٰۃ اور مال غنیمت میں سے بہت کچھ دیا۔ فرمایا، اب بھی اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر پیٹھ موڑیں گے تو اللہ انہیں دنیا و آخرت دونوں میں دردناک عذاب دے گا، اور پوری زمین میں ان کے لیے نہ کوئی پشت پناہ ہوگا اور نہ کوئی حامی اور مددگار۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مشتبہ چیزوں سے بچو

عَنْ نُعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِي حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ)) (رواہ بخاری)

حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام ظاہر ہے۔ ان کے درمیان چند امور مشتبہ ہیں۔ چنانچہ جس نے اس چیز کو چھوڑ دیا جس کے گناہ ہونے کا شبہ ہو تو وہ اس کو بھی چھوڑ دے گا جو صاف گناہ ہے۔ اور جس نے ایسے کام کرنے کی جرأت کی جس کے گناہ ہونے کا شک ہو تو وہ کھلے ہوئے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہیں ہیں۔ جو شخص چراگاہ کے اردگرد جانور چرائے تو قریب ہے کہ اس چراگاہ میں داخل ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

”با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار“

جرم کتنا ہی بڑا اور بھیانک کیوں نہ ہو مجرم کا سرِ راہ بغیر کسی عدالتی کارروائی کے مارا جانا یقیناً قابل تحسین اور قابل ستائش نہیں سمجھا جاتا، لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور معاملات اِس حد تک کیوں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نوبت کیوں آتی ہے؟ اگر ہماری ایلیٹ، ہمارے قانون ساز ادارے، ہماری انتظامیہ، ہماری عدلیہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور حالات کا تجزیہ دیانت داری اور باریک بینی سے کریں اور نیت سدھار کی ہو تو ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں کہ لوگ قانون کو ہاتھ میں لینے کی سوچ بھی نہ رکھیں۔ مثلاً قانون کے اطلاق کے بارے میں چھوٹے بڑے کا کوئی فرق نہ ہو۔ ہر شخص کو یہ یقین ہو کہ میرا مجرم اگر سربراہ مملکت بھی ہے تو قانون کے ہاتھوں سے بچ نہیں پائے گا۔ پھر یہ کہ حصولِ انصاف کے ذرائع اتنے گراں اور پیچیدہ نہ ہوں کہ وسائل سے محروم عام آدمی سسٹم سے مایوس ہو جائے اور اس قدر مایوس ہو جائے کہ وہ سسٹم سے باہر کود جائے اور اپنے ذہن سے فیصلہ کر لے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے مجرم کو ایسی سزا دے ڈالے جتنی سزا کا شاید وہ حقدار بھی نہ ہو۔ عین ممکن ہے کہ قانونی راستہ اگر آسان، سہل اور سادہ ہو اور لوگوں کو اُن کی دہلیز پر انصاف مہیا ہو رہا ہو تو مظلوم اور مدعی اپنے مجرم کی کم سزا پر بھی مطمئن ہو جائیں۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں فیصلہ دینے سے پہلے ملزم کا خاندان، سیاسی وابستگی، عہدہ اور بنک بیلنس دیکھا جاتا ہے۔ اِن میں سے کوئی نہ کوئی حیثیت فیصلے کی بنیاد بنتی ہے۔ غریب، وسائل سے محروم اور اعلیٰ شخصیات سے تعلق نہ رکھنے والا شہری دانت پیسنے اور سر پیٹنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔

ہم نے یہ تمہید گورنر پنجاب کے قتل پر باندھی ہے جنھیں ایلیٹ فورس کے ایک سپاہی نے جو اُن کی حفاظت پر مامور تھا، گن کا برسٹ مار کر موقع پر ہلاک کر دیا۔ عام حالات میں قانون کو ہاتھ لینے کے عمل کو قابلِ مذمت ہونا چاہیے لیکن جب کوئی کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر عوام کے مذہبی جذبات کو بہیمانہ انداز میں کچلے اور آئین وقانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کچلے اور اِس کے باوجود قانون حرکت میں نہ آئے بلکہ اُس کی تحسین کا انداز اختیار کیا جائے تو وہ لوگ جو دینی و مذہبی غیرت وحمیت رکھتے ہیں اُن کے پاس قانون کو ہاتھ میں لینے کے سوا کیا چارۂ کار رہ جاتا ہے۔ شاید ہمارے لبرل دانشور اور ٹیلی ویژن اینکر جانتے نہیں کہ بے عمل اور ظاہراً مذہب سے لاتعلق مسلمان دوسرے دینی شعائر کی بے حرمتی پر شاید مطلوبہ ردِ عمل کا اظہار نہ کرے اور اسے کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی جائے، لیکن اگر ناموسِ رسالتؐ کا سوال ہوگا، اگر محمد عربی ﷺ کی شان میں گستاخی ہوگی تو اِس پر وہ کوئی سمجھوتا نہیں کرتا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے۔ وہ بحث مباحثے اور تکرار و گفتار میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ اُس میں جنونی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس کا دماغ ماؤف اور شل ہو جاتا ہے۔ علماء اور مذہبی دانشور تو علمی گتھیا سلجھانے لگتے ہیں، فتویٰ بازی شروع کر دیتے ہیں اگرچہ فتویٰ اُن کی طرف سے بھی یہی آتا ہے کہ گستاخِ رسولؐ زمین کے سینے پر چلنے کا حق نہیں رکھتا، اُس کا اصل مقام زمین کا پیٹ ہے لیکن وہ عملاً خود کو بے بس پاتے ہیں۔ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر پاکستان میں آئینی اور قانونی طریقہ سے انصاف حاصل کرنے کی راہیں مسدود رہیں گی تو قلم اور تلوار بھی وہی راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گی جو عام حالات میں ناپسندیدہ ہے۔

ٹیلی ویژن اینکرز انصاف سے کام لیں۔ عوام کو وہ کلپس (Clips) دکھائیں جس میں سابق گورنر سلمان تاثیر گستاخِ رسول خاتون بدبخت آسیہ کے پاس جیل میں جاتے ہیں، سیشن جج کے فیصلے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور انتہائی بدکلامی کے انداز میں کہتے ہیں کہ میں خود اِس عیسائی خاتون کی معافی کی درخواست لے کر صدر کو پہنچاؤں گا اور اِس قانون کی سزا معاف کروادوں گا۔ اُنھوں نے توہین رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہا اور اس لعنتی خاتون کی پیٹھ ٹھونکی۔ اِس حرکت کے بعد گورنر سلمان تاثیر شریعت کے مجرم ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستانی قانون اور آئین کے

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

6 تا 12 صفر المظفر 1432ھ — جلد 20
11 تا 17 جنوری 2011ء — شمارہ 2

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مجرم بھی بن گئے۔ اگر اُس وقت قانون حرکت میں آتا اور سلمان تاثیر کو نہ صرف سبکدوش کر دیا جاتا بلکہ ہتھکڑیاں بھی پہنائی جاتیں، یعنی پاکستانی قانون پر ہی عملدرآمد کیا جاتا تو آج اُن کی جان بچ جاتی۔

پاکستان کی انتظامیہ اور عدلیہ کی نااہلی کا اندازہ کریں کہ 295-C یعنی ناموس رسالت ایکٹ 1986ء میں نافذ العمل ہوا۔ اس قانون کے تحت سینکڑوں مقدمات درج ہوئے لیکن کسی ایک کا فیصلہ نہ ہوسکا، کسی پر انصاف نہ ملا۔ لوگوں کے جذبات بے دردی سے کچل دیئے گئے۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا (37) سینتیس گستاخانِ رسول کو لوگ کسی نہ کسی طرح جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ قارئین کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ 295-C کے تحت مقدمہ درج کرانے کے لیے بہت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اندراجِ مقدمہ کو بڑا پیچیدہ بنایا گیا ہے۔ پہلے پولیس کے اعلیٰ عہدہ دار اچھی طرح چھان پھٹک کرتے ہیں، تب کہیں جا کر اِس قانون کے تحت مقدمہ درج ہوتا ہے۔ بالالفاظ دیگر مقدمہ درج ہونے سے پہلے کافی حد تک اِس بات کا اہتمام کر لیا جاتا ہے کہ کوئی غلط مقدمہ درج نہ ہو جائے، لیکن پھر بھی اِس ایکٹ کے تحت سزا یعنی سزائے موت کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر یہ کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں سیکولر دانشور اور نیم مُلّا قسم کے لوگوں کو بلا کر بیہودہ قسم کے دلائل دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن میں گستاخ رسول کی سزا کا کوئی ذکر نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے مسلمان کے دل میں اپنے محبوب کی محبت یوں جاگزیں کر دی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ، اپنے بچے، اپنا مال اور جان آپؐ کی ناموس کی حفاظت میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ ذرا سوچئے، وہ اللہ رب العزت جو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ میرے رسول کے سامنے بلند آواز سے بولے تو تمہارے اعمال حبط کر لیے جائیں گے، کیا وہ کسی ایرے غیرے کو یہ اجازت دے سکتا ہے کہ اُس کے محبوب کی شان میں گستاخی کرے؟ قرآن میں شاتم رسولؐ کی سزا جاننے کے لیے قرآن کو دل کی آنکھوں سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ کیا غامدیت زدہ لوگ یہ بتانا ضروری سمجھیں گے کہ پنج وقتہ نماز پھر رکوع وسجود کی یہ ترتیب قرآن میں ہے؟ زکوٰۃ کا ذکر جگہ جگہ ہے لیکن کیا کہیں لکھا ہوا ہے کہ اڑھائی فیصد دی جائے؟ مسلمان کہلوانے کے لیے کلمہ کہیں یکجا آیا ہے؟ کیا اذان کے الفاظ قرآن میں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جس ہستی نے اِن سب چیزوں کا تعین کیا تھا اُس نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کے باوجود گستاخانِ رسول کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور عبدالعزیٰ بن خطل جب غلاف کعبہ میں چھپ گیا تو آپؐ نے فرمایا اُسے وہاں سے نکال کر قتل کر دو۔

مسئلہ قرآن میں گستاخِ رسولؐ کی سزا کے ہونے کا نہیں ہے بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ہماری حکومت اور ہمارے سیکولر دانشوروں اور ہمارے جلاوطن نیم مُلّا شعوری یا غیر شعوری طور پر امریکی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اِس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس محفوظ نہیں رہتی تو اسلام کے محفوظ رہنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دشمن روح محمدؐ کو مسلمان کی جسم سے نکالنا چاہتا ہے اور ہمارے ''تعلیم یافتہ جاہل'' نام نہاد دانشور اُس کے ممد و معاون بنے ہوئے ہیں۔ حکومت اگر حالات کو سنوارنے میں سنجیدہ ہے تو سن لے، باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار۔ مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتا ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ محبت، یہ جذبہ ایک سیل رواں کی مانند ہے جسے تھام لینا ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسے طوفان کی طرح ہے جس کے سامنے حکومتیں اور دیگر قوتیں تنکے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا حکومت اس کی زد میں آنے سے بچے اور اِس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ نہ صرف 295-C کو مِن وعَن قائم رکھا جائے بلکہ مقدمے کے اندراج میں غیر ضروری رکاوٹوں کو دور کیا جائے اور جن پر الزام ثابت ہو جائے اُنھیں فوری طور پر تختہ دار پر لٹکایا جائے وگرنہ غازی علم الدین شہید کے جانشین پیدا ہوتے رہیں گے اور اِن تمام وارداتوں کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔ مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے ؎

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

بیابہ مجلس اسرار

انسان مالک نہیں، امین ہے

نظریۂ توحید کا بدیہی نتیجہ، جسے اس دَور میں پوری طرح کھول کر بیان کرنے اور واضح کرنے کی ضرورت ہے، انسان کی ملکیت مطلقہ کی نفی کامل ہے۔ جیسے کوئی حاکمِ مطلق نہیں ویسے ہی کوئی مالک مطلق نہیں۔ حاکمِ حقیقی بھی اللہ ہے اور مالکِ حقیقی بھی اللہ ہے — قرآن مجید میں جس طور پر مختلف اسالیب سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا اثبات فرمایا گیا ہے اسی طرح اللہ کی ملکیت مطلقہ کا بھی مختلف اسالیب سے اثبات کیا گیا ہے۔ ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ اور ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کے الفاظ اللہ کی اسی ملکیت مطلقہ کے اظہار کے لیے قرآن مجید میں متعدد بار آئے ہیں۔ یہاں "لِلّٰهِ" اور "لَهٗ" میں حرفِ جار لام کے متعلق تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ لام تملیک بھی ہے اور لامِ استحقاق بھی — پھر سورۂ آل عمران میں ﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور سورۃ المنافقون میں ﴿وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ فرما کر مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا گیا کہ کائنات کی ہر شے کا مالکِ حقیقی صرف اللہ ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس مفہوم کو بڑے دل نشین اسلوب سے ادا کیا ہے ؎

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست — در حقیقت مالکِ ہر شے خداست

اسی مفہوم کو علامہ اقبال یوں ادا کرتے ہیں ؎

بندۂ مومن امیں، حق مالک است — غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است

حاصل کلام یہ ہوا کہ جیسے حاکمیت کے باب میں حاکمیت کی بجائے خلافت ہے، ویسے ہی ملکیت کے ضمن میں ملکیت کی بجائے امانت ہے۔ جو کچھ انسان کے پاس ہے اس کے حصول پر بھی قدغنیں ہوں گی۔ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے گا تو ضبط کر لیا جائے گا اور تادیب کا سزاوار ٹھہرے گا۔ لیکن جو کچھ جائز طریقہ سے حاصل کرے گا وہ بھی اس کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس میں تصرف بھی صرف جائز طریقہ سے کیا جا سکے گا، ناجائز طریقہ سے تصرف ہوگا تو تصرف کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا۔

گستاخِ رسولؐ کی سزا

قرآن حکیم اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 24 دسمبر 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے میڈیا پر بحث ابھی تک جاری ہے، جس کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ قرآن مجید میں گستاخ رسولؐ کے لیے سزائے موت کا کہیں تذکرہ نہیں ہے، لہٰذا ناموس رسالت ایکٹ یعنی 295-C کا خاتمہ یا اِسے تبدیل ہونا چاہیے۔ پوری سیکولر قوتیں اِس قانون کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ قانون بنوانا بھی انتہائی مشکل تھا۔ اس لیے کہ اِس ملک میں ہر دور میں سیکولر قوتوں کا راج رہا ہے، لیکن عوامی دباؤ اس معاملے میں بہت شدید تھا۔ لہٰذا یہ قانون بنانا پڑا۔ لیکن جب سے یہ قانون بنا ہے اُسی وقت سے یہ اسلام دشمنوں کو کھٹک رہا ہے اور اُن کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جب بھی کوئی بد بخت عیسائی یا کوئی اور غیر مسلم ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور پھر عدالت کی جانب سے شہادتوں کے تقاضے پورا کرنے کے بعد اُسے سزا سنائی جاتی ہے تو اِس پر چیخ پکار شروع ہو جاتی ہے، اور ساری دنیا کی ہمدردیاں اس شخص کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ گویا وہ شخص سب سے زیادہ مظلوم اور قابل رحم ہے، اُس کی مدد کرنا سب پر لازم ہے۔ حالانکہ وہ شخص اللہ کے رسول رحمۃ للعالمین کا گستاخ ہوتا ہے۔ وہ رسول خدا ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کی شان میں توہین کا ارتکاب کرتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ''رحمۃ للعالمین'' کا مفہوم بہت وسیع ہے جو الفاظ میں پورے طور پر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم آپؐ کے لیے ''محسنِ انسانیت'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یعنی آپ پوری نوع انسانی کے محسن ہیں، مگر یہ لفظ بھی ''رحمۃ للعالمین'' کے معنی و مفہوم کا پورے طور پر احاطہ نہیں کرسکتا۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک شخص نبی رحمت کی جلیل القدر ہستی کی شان میں گستاخی کرے اور پھر ساری دنیائے کفر کے رحم اور مدد کا مستحق ٹھہرے۔ یہ ہے وہ اصل شیطنت اور ابلیسیت جو اس وقت پورے کرۂ ارضی پر مسلط ہے، اور اسی کا شکار نام نہاد مسلمان بھی ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے آسیہ نامی عورت کے ساتھ جسے عدالت نے گستاخی رسول کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت سنائی، نہ صرف اظہار ہمدردی کیا، بلکہ توہین رسالت ایکٹ کو بھی معاذ اللہ ''کالا قانون'' قرار دیا۔ میں پہلے بھی یہ کہہ چکا ہوں کہ گورنر کا یہ عمل بجائے خود اللہ کے رسول ﷺ کی گستاخی ہے۔

اب کہا جارہا ہے کہ یہ سزا ختم ہونی چاہیے، اِس لیے کہ قرآن مجید میں اِس سزا کا ذکر نہیں ہے۔ یہ دلیل بھی دی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ عفو و درگزر کا پیکر تھے۔ آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا، بلکہ سب کو معاف کردیا۔ لہٰذا ہمیں بھی گستاخی پر کسی کو سزا نہیں دینی چاہیے (معاذ اللہ)۔ اِس طرح کے دلائل میڈیا پر بتکرار دیئے جارہے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں۔ اِن باتوں کے پس پردہ انکار سنت کی ذہنیت ہے، جو آپؐ کو وہ مقام دینے کو تیار نہیں جو اللہ نے آپؐ کو دیا ہے۔ اس حقیقت سے ہر صاحب ایمان آگاہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کائنات میں اللہ کے بعد سب سے محترم ہستی ہیں۔ آپؐ کا معاملہ یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپؐ کی عبدیت بھی کامل اور رسالت بھی کامل ہے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین اور محبوب رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی توہین اور آپؐ کی شان میں گستاخی کیونکر برداشت کرے گا۔ یہ بات گمراہ کن ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کے لیے سزائے موت کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں، لہٰذا اِسے یہ سزا نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اگر یہ سزا سنت و سیرت سے بھی ثابت ہے، تو بھی یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس لیے کہ آپ کا فرمایا اللہ کا فرمایا ہے۔ آپؐ نے جو بات بھی فرمائی، اللہ کے اذن سے فرمائی اور جو کام بھی کیا اللہ کے حکم سے کیا۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤﴾ (النجم)

''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا حکم ہے جو (ان کی طرف) بھیجا ہے۔''

اِسی لیے تو اللہ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر:7)

''جو چیز تمہیں (اللہ کے) رسول دیں، اُسے پکڑ لو، اور جس چیز سے آپؐ روک دیں اُس سے رُک جاؤ۔''

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے گستاخ رسول کی بابت فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾﴾

''اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اِس آیت میں اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دیں اللہ کی رحمت سے محرومی اور توہین آمیز عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے صاحب قرآن کے لیے ''ایذا'' کے جس لفظ کا ذکر کیا، اُس کی عملی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمائی کہ کعب بن اشرف جو یہودی سردار تھا، اللہ کے رسول ﷺ کی توہین کرتا اور توہین آمیز اشعار کہتا تھا، اُس کی بابت فرمایا ''کون ہے جو کعب بن اشرف یہودی سے نبٹے، کیونکہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو ایذا دی ہے۔'' غور کیجیے، یہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایذا کو ''اللہ اور رسولؐ'' کی ایذا قرار دیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ رسول اللہ کا نمائندہ اور سفیر ہوتا ہے، جو اِسے ایذا دیتا ہے، وہ حقیقت میں اللہ کو ایذا دیتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے رسول کی اطاعت کو قرآن نے اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے۔ آپؐ نے جب یہ فرمایا تو محمد بن سلمہؓ اُٹھے اور رات کے اندھیرے میں کعب بن اشرف کو بلا کر اُس کے ٹکڑے کر دیئے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سرداران قریش میں سے جن لوگوں نے آپؐ کو ایذائیں دیں، آپ کی شان میں گستاخیاں کیں، اللہ نے انہیں نشان عبرت بنا دیا۔ غزوۂ بدر میں یہ سب کے سب گستاخ ڈھیر ہو گئے۔ اِن میں سے دو زندہ بچ گئے تھے، ایک عُقبہ بن ابی مُعیط تھا جو آپؐ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا، اور دوسرا نضر بن حارث تھا۔ انہیں بدر کے قیدیوں کے ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا۔ آپؐ نے باقی تمام قیدیوں کو معاف فرما دیا مگر ان دو کو نہیں چھوڑا۔ ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ ایک بہت بڑا گستاخ ابولہب جو غزوۂ بدر میں خود شریک نہیں ہوا، اپنی جگہ ایک کرایے کا فوجی بھیج دیا تھا، عدم شرکت کی وجہ سے بچ گیا۔ لیکن جس رسوا کن انداز سے اُس کی موت واقع ہوئی، وہ رہتی دنیا تک گستاخان رسول کے لیے نمونہ عبرت ہے۔ آپؐ نے اور بھی کئی گستاخوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا، اور آپؐ کے حکم پر انہیں قتل کیا گیا۔ اس کی سب سے بڑی مثال فتح مکہ کی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر لوگوں کو عام معافی دی گئی، مگر وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کی ہجو کی تھی، اُن کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ اِس سلسلے میں عبدالعزیٰ بن خطل کا واقعہ تو بہت نمایاں ہے۔ یہ ایک قریشی سردار تھا، اور آپ کی شان میں ہجو یہ اشعار کہا کرتا تھا اور اِس کی دو لونڈیاں اِن اشعار کو گا گا کر لوگوں کو سنایا کرتی تھیں۔ آپؐ نے ابن خطل کے قتل کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا: ابن خطل کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ وہ کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے جا کر چھپ گیا، مگر اُسے وہاں بھی نہ چھوڑا گیا۔ ایک صحابیؓ نے وہاں جا کر اُسے قتل کر دیا۔ ایک اور واقعہ ہے، مدینہ میں ایک نابینا صحابی تھے۔ اُن کی کنیز نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ نابینا صحابی نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس بدبخت عورت کو واصل جہنم کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اِس کی تحسین فرمائی۔ اور ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے اُس صحابی کو نابینا کہا۔ اِس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اِسے نابینا نہ کہو، اِس کی بصیرت نے وہ کچھ دیکھا ہے جو دوسروں نے نہیں دیکھا۔ کیا بڑی شان ہے اُس عظیم صحابی کی جو نابینا ہو کر آپؐ سے بینا ہونے کا سرٹیفکیٹ لے گئے۔ آج پاکستان میں رہنے والے بعض دلوں کے اندھے دانشوری اور دانائی کے لبادے میں اندھے پن کا کھلا ثبوت دے رہے ہیں۔ اِن دل کے اندھوں کو نبیؐ کی رحمت تو نظر آتی ہے، مگر درجن سے زائد گستاخ مردوں، عورتوں، باندیوں اور سرداروں کا قتل نظر نہیں آتا۔ انہیں فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کا عفو عام تو دکھائی دیتا ہے، مگر ابن خطل کا مقدس شہر مکہ اور خانہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے قتل نظر نہیں آتا۔

> **ایک شخص نبی رحمت کی جلیل القدر ہستی کی شان میں گستاخی کرے اور پھر ساری دنیائے کفر کے رحم اور مدد کا مستحق ٹھہرے۔ یہ ہے وہ اصل شیطنت اور ابلیسیت جو اس وقت پورے کرۂ ارضی پر مسلط ہے، اور اسی کا شکار نام نہاد مسلمان بھی ہو رہے ہیں**

تو پہلی اصولی بات یہ جان لیجیے کہ اگر تو رسول کا مقام (نعوذ باللہ) ڈاک کے ہرکارے کا سا ہے، جیسا کہ منکرین سنت لوگوں کے ذہنوں میں یہ زہر گھول رہے ہیں تو پھر ظاہر ہے گستاخ رسول کے لیے سزائے موت اور ناموس رسالت ایکٹ کبھی ہضم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر فی الواقع دل و دماغ میں آپؐ کا وہ مقام و مرتبہ ہے جو اللہ نے آپؐ کو دیا ہے تو پھر گستاخ رسولؐ کی سزا کے معاملے میں کسی صاحب ایمان کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اُس کی سزا موت اور صرف موت ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ یہ ذمہ داری انجام نہیں دے گی اور گستاخ رسولؐ کے مجرموں کو کھلا چھوڑ دیا جائے گا تو پھر غیرت ایمانی سے سرشار مسلمان خود گستاخ کو نشانِ عبرت بنا دیں گے۔

سورۃ الحجرات میں نبی کریم ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کے حوالے سے انتہائی محتاط رویہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾﴾

''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

مسلمانو! دیکھنا کہیں آپؐ کی شان میں نادانستہ طور پر بھی گستاخی نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو تمہارے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ عام طور پر قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خطا و نسیان کو معاف کر دیتا ہے، لیکن یہاں محتاط رہنا، یہ مقام رسالت ہے۔ یہاں بے سوچے سمجھے نادانستہ طور بھی اگر توہین کا معاملہ ہو گیا تو اعمال کی پونجی ضائع ہو جائے گی۔ اسی سورت میں آگے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ (آیت:7)

''اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے پیغمبر ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔''

بہرکیف اصل بات یہ ہے کہ دین نام ہی سنت رسولؐ کا ہے۔ سنت کی پیروی ہی نجات کا راستہ ہے اور اِس کا انکار گمراہی ہے۔ اِس سلسلے میں وہ حدیث خاص طور پر قابل غور ہے جو اکثر دہرائی جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے لیکن میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ان میں ایک کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! وہ نجات پانے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو میرے اور میرے صحابہؓ کے راستے پر چلیں گے۔“ (ترمذی)

یعنی امت محمد یہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں سے وہ گروہ اور فرقہ ہی نجات پائے گا، جو آپؐ کی سنت اور آپؐ کے صحابہؓ کی سنت کا پیرو ہوگا۔ اللہ نے اپنا کلام اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا۔ یہ کلام آپؐ کی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچا۔ آپؐ لوگوں پر آیات قرآنی تلاوت فرماتے رہے۔ اُن کا مفہوم کیا ہے، اُن پر عمل کیسے کرنا ہے، یہ بھی انہیں بتاتے رہے۔ آپؐ نے اُن کے سامنے اسوۂ کاملہ پیش فرمادیا۔ لہٰذا دین نام ہی اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کا ہے۔ پھر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ کے تربیت یافتہ تھے، جنہیں اللہ نے ”رضی اللہ عنھم ورضوعنہ“ کا سرٹیفکیٹ دیا، اُن کے طریقہ کی بھی ہمیں پیروی کرنی ہے۔ آپؐ نے واضح فرما دیا کہ ناجی فرقے میں وہی لوگ شامل ہوں گے جو اِس راستے کو اختیار کریں گے۔ پس جو لوگ اِس راستے سے ہٹ کر اپنا فلسفہ بگھاریں گے کہ ہمیں قرآن سے رہنمائی لینے کے لیے حدیث و سنت کی کوئی ضرورت نہیں، وہ ناجی گروہ میں شامل نہیں ہوں گے۔ وہ لوگ خواہ لاکھ اپنے آپ کو اہل قرآن کہیں، حقیقت کے اعتبار سے وہ قرآن کے بھی انکاری ہیں۔ اس لیے کہ قرآن رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیتا ہے، اور یہ آپؐ کی سنت کو حجت ماننے کو تیار ہی نہیں۔ اِن لوگوں کا یہ الزام ہے کہ حدیث اُمت میں افتراق کا باعث ہے، اِس سے انتشار پیدا ہوتا ہے، اگر صرف قرآن کو حجت مانا جائے تو اُمت متحد ہوگی۔ اِس بات میں کس کو شک ہوسکتا ہے کہ قرآن حکیم اتحادِ اُمت کی بنیاد ہے، مگر یہ بات کسی طور بھی درست نہیں کہ سنتِ رسولؐ سے اُمت میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ سنت تو مسلمانوں کو جوڑنے والی شے ہے۔ اِس کو چھوڑیں گے تو ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔ اِس کی مثال خود منکرین سنت کے قلیل گروہ سے مل جاتی ہے۔ انہوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا تو نماز جو پہلا فریضہ ہے، اُس پر بھی متفق نہیں ہوسکے۔ نماز کے حوالے سے اِن میں کم وبیش سات قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو وہ ہیں جو کہتے ہیں نماز کی یہ ہیئت اختیار کرنا ہی غلط ہے۔ یہ سجدہ اور رکوع کرنا شرک ہے۔ صلوٰۃ کا مفہوم ہی کچھ اور ہے۔ کچھ لوگ پانچ نمازوں کے قائل ہیں۔ کچھ سات کے قائل ہیں۔ کچھ تین اور کچھ دو کے قائل ہیں۔ سنت کو چھوڑیں گے تو یہی حشر ہوگا۔ یہ لوگ جن فقہاء پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی وجہ سے دین میں تفریق پیدا ہوئی، اُن کے درمیان نمازوں کی تعداد کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں، رکعات کے بارے میں اختلاف نہیں، ترتیب کے حوالے سے اختلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ جزوی ہے اور اس سے نماز کی صورت متاثر نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص رفع یدین کرتا ہے، اور دوسرا نہیں کرتا تو اس سے امام کے پیچھے نماز متاثر نہیں ہوتی۔ دونوں یکساں طور پر بلا روک ایک امام کی اقتدا کر رہے ہوتے ہیں۔

> اگر فی الواقع دل ودماغ میں آپؐ کا وہ مقام ومرتبہ ہے جو اللہ نے آپؐ کو دیا ہے تو پھر گستاخ رسولؐ کی سزا کے معاملے میں کسی صاحب ایمان کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اُس کی سزا موت اور صرف موت ہے

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ گستاخ رسولؐ کی سزا موت ہے۔ اِس حوالے سے اُمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خود گستاخوں کے قتل کا حکم دیا۔ آپؐ کے بعد بھی اُمت مسلمہ نے اِسی سزا پر عمل درآمد کیا۔ اختلاف کرنے والے صرف وہی ہیں جو مقام رسالت کو نہیں پہچانتے یا اُس کے انکاری ہیں۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

اک یارِ جواں عزم کے نام

فائق پاشا، کراچی

بہت پختہ ارادوں کے
بہت مضبوط اعصابوں کے مالک
آہنی جذبوں کے حامل لوگ بھی اکثر
شکایت کرہی جاتے ہیں......
بڑے ہی عزم سے مشکل، مصائب
کلفتوں کی بیڑیوں کو توڑنے والے
بڑی بپھری ہوئی، چنگھاڑتی
طوفاں کی موجوں کے بھی رُخ کو موڑنے والے
شکایت کرہی جاتے ہیں......
زمانے کی جفا سے وہ بھی آخر ڈر ہی جاتے ہیں......
کوئی سمجھائے اِن پُر عزم وباہمت
جواں جذبوں کے حامل، آہنی اعصاب کے مالک
دلیر و پُر خلوص وآئینہ کردار لوگوں کو......
کہ تم پتھر بنو......
زمانے کے دباؤ میں نہ آؤ......
مایوسی ونومیدی کی ہر دیوار کو ڈھاؤ......
وقار ورعب سے اُٹھو......
جہاں باطل کو پاؤ......
قہر ڈھا جاؤ......
نہ گھبراؤ......
کہ وہ ہرگز بھی گھبرایا نہیں کرتے......
کہ جن لوگوں کو مشکل میں
سہارا رب کا ہوتا ہے......
مگر دل کے جمانے کو
عزائم کے بڑھانے کو
فقط اِک بات کو ہر وقت تم نے یاد رکھنا ہے......
کہ ہر مشکل کے پیچھے بھی اشارہ رب کا ہوتا ہے......
یہاں اپنوں کے طعن وطنز کی پروا بھی مت کرنا......
فقط تم صبر کر جانا......
ہر اک نشتر کو سہہ جانا......
فقط یہ سوچنا تم کہ......
گھنے جنگل میں دن کو بھی نظارہ شب کا ہوتا ہے......

شانِ اقدسؐ میں گستاخی — جرمِ عظیم

عتیق الرحمٰن صدیقی

حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت کا ارتکاب ایک عظیم جرم ہے، ایسا جرم جو نا قابلِ معافی ہے۔ آپؐ کے منصب، مقام اور علو مرتبت کے تناظر میں الفاظ کے استعمال میں بہت زیادہ حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیے اس لیے کہ شانِ مصطفویؐ کا ہر لحظہ خیال رکھنا لازمۂ ایمان ہے۔ عربی زبان میں ''راعنا'' کے لفظ کا مفہوم اخذ کرنے میں کوئی ابہام نہیں۔ صحابہ کرام ؓ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور اگر کوئی بات سمجھنے میں انہیں دقت ہوتی تو عرض کرتے 'راعنا'، یعنی ہماری رعایت فرمایئے اور بات کو دوبارہ سمجھا دیجیے لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہ لفظ ایسے معنی میں مستعمل تھا جس میں بے ادبی کا پہلو پایا جاتا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی عزت و تکریم کا پاس اور لحاظ کرتے ہوئے اس لفظ کے استعمال سے منع کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ 'انظرنا'' کے لفظ کا استعمال کیجیے یعنی ہماری طرف متوجہ ہوئیے یا نگاہ لطف فرمایئے، کیونکہ ''انظرنا'' کا لفظ فاسد احتمالات سے پاک تھا۔ ایسا لفظ جس میں تنقیص کا احتمال ہو اس کے استعمال سے روکا گیا۔ امام مالکؒ نے تو ایسے لفظ کے استعمال پر حدِ قذف لگانے کا حکم دیا ہے جس کے استعمال میں سوئے ادب کا شائبہ پایا جائے۔

نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم ہوا تو متعدد صحابہ ؓ نے آپؐ سے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں بتا چکے ہیں مگر آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر لوگوں کو درود سکھائے جو احادیث میں موجود ہیں۔ آپؐ نے ان سب میں مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھ پر درود بھیجنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! تو محمدؐ پر درود بھیج۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ تم مجھ پر ''صلوٰۃ'' کا حق ادا کرنا چاہو بھی تو نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ ہی سے دُعا کرو کہ وہ مجھ پر صلوٰۃ فرمائے۔ چونکہ ہم نہ تو حضور ﷺ کے مراتب بلند کر سکتے ہیں اور نہ ان کی عقیدت و محبت کا حق ادا کر سکتے ہیں، اس لیے ہمیں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ سے یہ عرض کرنا چاہیے کہ تیرے نبی پر صلوٰۃ کا جو حق ہے اسے ادا کرنا میرے بس میں نہیں، تو ہی میری طرف سے ادا کر۔

قرآن حکیم میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) ''پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی اُمّی) پر اور تعظیم کی آپؐ کی اور امداد کی آپؐ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپؐ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔'' (اعراف:157)

گویا فلاح و سعادت سے سرفرازی کا دارومدار اس پر ہے کہ حضور ﷺ پر سچے دل سے ایمان لایا جائے اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے اور قرآن کے ارشادات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ایمان کے بعد جس نہایت اہم بات کی نشان دہی کی گئی ہے وہ حضور ﷺ کی تکریم ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

(ترجمہ) ''اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی کریم کو اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمایئے، وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دُکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''
(التوبہ:61)

یہاں لوگوں کو بتا دیا گیا کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچائی وہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، کمالاتِ مصطفویؐ کا انکار اور ان کے تقدس و رفعت میں بے باکانہ انداز اور غیر محتاط الفاظ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

میدان بدر میں کفار کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور اللہ نے انہیں شکست فاش دی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ فرمایا:

(ترجمہ) ''سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر، یہ حکم اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (الانفال:13)

سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (الحجرات:2)

گویا حضور ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت یہ بھول نہ جاؤ کہ تم کسی عام آدمی سے گفتگو نہیں کر رہے ہو بلکہ اللہ کے رسول سے ہم کلام ہو، اونچی آواز میں بات کرنا بھی خلاف ادب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی عزت و توقیر اور احترام میں تھوڑی سی کمی بھی بہت بڑا گناہ ہے، بلکہ آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت اور برباد ہو جانے کا خطرہ ہے۔

حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی بہت بڑا گناہ ہے۔ وہ بدبخت جو نظم و نثر میں آپؐ کی ہجو کرنے کے عادی تھے، فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو انہیں واصل جہنم کیا جائے۔ نبی مکرم کی ذات گرامی یا ارشادات کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے والے کے لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ''وہ ہماری امت کو گالی دینے والا ہے اور وہ ہمارے ایمان کی جڑ کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے'' قرآن نے کہا:

(ترجمہ) ''پس اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو یہ اپنا حکم نہ مانیں اور پھر جو بھی آپؐ فیصلہ

کردیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے پورا پورا تسلیم کرلیں۔‘‘(النساء:65)

جب ایک مسلمان اور یہودی کے مابین تنازعہ ہوا اور مقدمہ حضورﷺ کے پاس گیا تو آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ مسلمان اس پر دل گرفتہ ہوا اور حضرت عمرؓ کے ہاں جا پہنچا۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ حضورﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے تو حضرت عمرؓ نے منافق کی گردن اُڑا دی۔ مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا تو اس پر اوپر کی یہ آیت نازل ہوئی۔ گویا حضرت عمرؓ کے اقدام کی توثیق کردی گئی۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ سرورِ کونینﷺ کی شان میں گستاخی کی جائے، عدالت اس پر سزا بھی سنا دے مگر پنجاب کے گورنر جو نشۂ اقتدار میں بدمست ہو کر انٹ شنٹ باتیں کرتے ہیں، وہ اہانتِ رسولؐ کے مرتکب کی سفارش کرنے لگیں، صدر زرداری اسے معافی دینے پر تل جائیں اور اس قانون کو ’’کالا قانون‘‘ کہیں جو شاتمِ رسول کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ نازک جذبات و احساسات کا معاملہ ہے۔ حضور نبی کریمﷺ سے غیر مشروط اور لامحدود وفاداری کا اقتضاء یہ ہے کہ بدباطنوں کو پوری پوری سزا دی جائے اور بے جا ترحم کھانے والوں کا بے لاگ محاسبہ کیا جائے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

- ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبۂ مطبوعات کے مدیر اور ماہنامہ میثاق کے نائب مدیر جناب حافظ خالد محمود خضر کے بڑے بھائی شوکت محمود گزشتہ دنوں دماغ کی شریان پھٹ جانے سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی عارف والا حلقہ پنجاب شرقی کے رفیق فیاض احمد کے والد وفات پاگئے
- قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کی معلمہ محترمہ ثروت بنت اعوان کی والدہ رحلت فرما گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

دہشت گردی سمیت ہمارے تمام مسائل کا واحد حل

رجوع الی اللہ

محمد نذیر یٰسین

آج ہر دردمند پاکستانی آئے روز ہونے والے دہشت گردی کے واقعات پر نہ صرف غم زدہ ہے بلکہ یہ سوچنے پر مجبور بھی ہو چکا ہے کہ آخر یہ بم دھماکے کیوں ہو رہے ہیں؟ ان دھماکوں کا ذمہ دار خواہ کوئی بھی ہو اور ان کی وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں، بحیثیت مسلمان ہمارا پختہ ایمان ہے کہ دنیا میں ایک پتا بھی اللہ کے اذن کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا تو پھر کیوں نہ ہم اپنے پروردگار کے محبوب پیغمبر حضرت محمدﷺ پر نازل ہونے والے ابدی ہدایت نامے یعنی قرآن حکیم پر غور و فکر کریں اور اِس سے رہنمائی حاصل کریں۔ قرآن کہتا ہے:

(ترجمہ) ’’لوگوں کے (اپنے) ہاتھوں کیے کرتوتوں کے سبب خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا تاکہ اللہ اُنہیں اُن کے بعض اعمال کا مزا چکھائے۔ شاید کہ وہ باز آجائیں۔‘‘ (سورۃ الروم:41)

اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر میں کہیں بھی برپا ہونے والے کسی بھی فساد کے متعلق تین بنیادی حقائق کا ذکر کیا گیا ہے یعنی: (1) ہر قسم کا فتنہ و فساد لوگوں کے اپنے اعمال بد کی بنا پر رونما ہوتا ہے (2) اس فتنہ و فساد کے ذریعے لوگوں کو اُن کے کچھ اعمال کی سزا دینا مقصود ہوتا ہے (3) اور اس کا اصل مقصد لوگوں کو اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کا موقع فراہم کرنا ہوتا ہے۔

درج بالا آیت قرآنی میں بیان کیے گئے نکات کی روشنی میں ہمیں اس حقیقت پر غور کرنا ہوگا کہ آخر ہم پاکستانیوں سے ایسا کون سا جرم سرزد ہوا ہے جس کی سزا ہمیں امن و امان کی تباہی، بم دھماکوں اور دہشت گردی کے واقعات کی صورت میں بھگتنا پڑ رہی ہے۔ بلاشبہ یہ عذاب الٰہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ درج ذیل آیات قرآنی میں بتایا گیا ہے:

’’آپﷺ فرما دیجیے! وہ (اللہ) اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا (پھر) فرقہ فرقہ کر کے تمہیں آپس میں لڑوائے اور تمہیں ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھائے۔ دیکھو! ہم کس طرح اپنی آیات بار بار کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں۔ اور (اے محمدﷺ) آپ کی قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ الحق ہے۔ آپؐ فرما دیجیے میں تمہارے اوپر داروغہ مقرر نہیں کیا گیا ہوں۔‘‘ (الانعام:64،65)

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ کسی قوم پر آنے والے کسی بھی قسم کے عذاب کا سبب ’’الحق‘‘ کو جھٹلانا اور اسے عملی طور پر تسلیم نہ کرنا ہوتا ہے۔ ’’الحق‘‘ سے مراد اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی آسمانی ہدایت ہے جو وہ اپنے پیغمبروں پر نازل کرتا ہے۔ جن اقوام کو آسمانی ہدایت کما حقہ پہنچ جائے اور وہ ’’الحق‘‘ کو خوب اچھی طرح پہچان لینے کے باوجود اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیں وہ اللہ کے عذاب اکبر کی مستحق بن جاتی ہیں، جس کا نتیجہ ان اقوام کے معدوم ہوجانے کی صورت میں نکلتا ہے۔ دورِ حاضر میں پاکستانی قوم کا یہی المیہ ہے جس تک نہ صرف آسمانی ہدایت مکمل طور پر پہنچ چکی ہے بلکہ وہ اسے خوب پہچانتی بھی ہے۔ یہ وہی قوم ہے جس نے اسلام کے نام پر ایک جداگانہ ملک حاصل کیا اور اس کی پارلیمنٹ نے قراردادِ مقاصد پاس کرتے ہوئے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ رب العزت کی ذات کو تسلیم بھی کیا۔ اس کے دستور میں اسلامی قانون سازی کا وعدہ بھی کیا گیا اور اس کی سپریم کورٹ نے سود جیسے گناہ عظیم کو خلاف شریعت قرار دے کر ختم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔ یہاں کی بیشتر جماعتیں اور حکمران بھی اسلام کے نام پر سیاست کرتے رہے ہیں مگر اِس ضمن میں بعض جزوی و سطحی اقدامات کے باوجود عملاً آج تک اسلام کو مملکت خداداد پاکستان

میں سب سے برتر قانون (Supreme Law) کی حیثیت حاصل نہ ہوسکی۔ اس کے برعکس اب تو معاملہ بالکل اُلٹا ہوتا جارہا ہے۔ وہ ملک جو اسلامی قومیت کی بنیاد پر وجود میں آیا اور جو عسکری لحاظ سے عالم اسلام کا سب سے مضبوط ملک ہونے کی بنا پر اُمت مسلمہ کے لیے اُمیدوں کا مرکز ومحور تھا، آج اپنے ہی ہمسایہ اسلامی ملک افغانستان کی تباہی و بربادی میں امریکہ کا اتحادی بننے کو اپنے لیے ایک فخر واعزاز کی بات سمجھتا ہے۔ یقیناً یہ دین اللہ سے روگردانی اور امریکا کے اتحادی بننے کا نتیجہ ہی ہے کہ آج ہم نشانِ عبرت بنتے جارہے ہیں۔ امریکا کا دست و بازو بنتے وقت ایک دلیل یہ دی گئی تھی کہ افغانیوں کے پاس تو گنوانے کے لیے کچھ نہیں ہے مگر امریکا یا بھارت کے ساتھ جنگ کی صورت میں ہمارا تو سب کچھ تباہ ہوجائے گا۔ ہماری موجودہ معاشی صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ یہ محض خوف فریبی تھی۔ جنگ کے نتیجہ میں ہم جس معاشی تباہی کے خوف کا شکار تھے وہ ہم پر مسلط ہوکر ہی رہی۔ بالالفاظ دیگر ہمیں سو پیاز کے ساتھ ساتھ سو جوتے بھی کھانا پڑے ہیں۔ 8 اکتوبر 2005ء کے زلزلے اور دیگر قدرتی آفات کو بھی بلاشبہ ہمارے ان قومی جرائم کا وبال ہی کہا جاسکتا ہے۔ آج ان گناہوں کا ایک اور نتیجہ دہشت گردی کے عذاب کی صورت میں سامنے آچکا ہے۔ خوف، بھوک، افراتفری اور مہنگائی کے سبب عوام کا جینا دوبھر ہوچکا ہے اور ہماری حالت درج ذیل آیات قرآنی کے بالکل مطابق ہوچکی ہے:

"اور جو کوئی میرے ذکر (یعنی میری یاد اور میری کتاب) سے روگردانی کرے گا، یقیناً اُس کے لیے جینا تنگ ومحال بنادیا جائے گا اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا! اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا ہے جبکہ میں تو آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا! بالکل ایسے ہی جیسے تمہارے پاس ہماری آیات آئیں تو تو نے اُنہیں (جانتے بوجھتے) بھلا ڈالا، اُسی طرح آج تمہیں بھی بھلا ڈالا جائے گا۔" (سورۃ طٰہٰ: 124 تا 126)

درحقیقت مذکورہ بالا تمام مصائب وآلام ہمارے لیے چھوٹے چھوٹے عذاب ہائے الٰہی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا اصل مقصد ہمیں اُس بڑے اور فیصلہ کن عذاب سے خبردار کرنا ہے جو کسی قوم پر اس کے جرائم پر مسلسل اصرار کی پاداش میں نازل ہوا کرتا ہے، چھوٹا عذاب اس لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ قوم کو توبہ واصلاح کا موقع فراہم کیا جاسکے، جیسا کہ درج ذیل آیات قرآنی میں بیان کیا گیا ہے:

"اور ہم ضرور مزہ چکھائیں گے ان (بدکاروں) کو چھوٹے عذاب کا، بڑے عذاب سے قبل، شاید وہ (اپنی بداعمالیوں) سے باز آجائیں اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جسے اُس کے پروردگار کی آیات کے ذریعے یاددہانی کرائی جائے اور پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیرے؟ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔" (سورۃ السجدہ: 21، 22)

اگر ہمیں دنیا وآخرت میں عذاب الٰہی سے بچاؤ کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں خوشحالی، امن اور عدل و انصاف بھی مقصود ومطلوب ہے تو اپنی انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں اپنے پروردگار کے نازل کردہ دستورِ حیات کو ہی اختیار کرنا ہوگا کہ اللہ نے اپنی تمام رحمتیں و برکتیں اسی میں ودیعت کررکھی ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات قرآنی میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور اگر کہیں یہ اہل کتاب ایمان لے آتے (جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے) اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم اُن سے اُن کی برائیوں کو دور کردیتے اور انہیں ضرور نعمت بھری جنتوں میں داخل کرتے۔ اور اگر کہیں انہوں نے تورات اور انجیل اور اُن تعلیمات کو قائم کیا ہوتا جو اُن کی طرف نازل کی گئی تھیں تو وہ ضرور رزق کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے نیچے سے بھی۔ اُن میں سے ایک گروہ راہِ راست پر ہے اور اُن میں سے اکثر ایسے اعمال کرنے والے ہیں جو بہت ہی برے ہیں۔" (سورۃ المائدہ: 25، 26)

مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ ماضی کے حاملین کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کو مخاطب کیا گیا ہے تاہم اس کے ذریعے ہم حاملین قرآن کو بھی بتادیا گیا ہے کہ قرآن پر عمل کرنے اور نفاذ اسلام سے تمہارے لیے آخرت میں بھی فوز وفلاح ہوگی، اور دنیا میں بھی اِس کا نتیجہ خوشحالی اور اقتصادی ترقی کی صورت میں نکلے گا۔ افسوس کہ آج ہم نے قرآن حکیم کو پس پشت ڈال کر خود کو اللہ کی رحمت سے دور اور اُس کے غیظ وغضب کا سزاوار بنا رکھا ہے اور اس کا مشاہدہ ہر ذی ہوش مسلمان بخوبی کرسکتا اور کررہا ہے۔

مستقبل میں اللہ کے کسی بڑے عذاب سے بچنے اور موجودہ گوناگوں مسائل سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح کریں، بالخصوص حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جاری امریکی جنگ کو فی الفور خیرباد کہا جائے اور رہے سہے اسلامی قوانین کا خاتمہ کرنے کی بجائے جملہ ریاستی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔ ایسا کرنے سے ہی ہمارا رب بھی ہم سے راضی ہوجائے گا اور خلق خدا بھی اسلامی نظام کی فیوض وبرکات سے مستفید ہوسکے گی۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اردو کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0321-3883000

☆ لاہور کی رہائشی دینی مزاج کے حامل نوجوان، عمر 36 سال، تعلیم بی ایس سی، ایم اے اسلامیات کو عقدثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4204090

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، ایک، عمر 35 سال، تعلیم ایم اے انگلش، کمپیوٹر ڈپلومہ ہولڈر اور دوسری بیٹی، عمر 45 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن کے لیے دینی مزاج کے حامل شریف، تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ:

042-35730558,35730319

☆ لاہور میں رہائش پذیر ارائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس سرکاری کالج میں لیکچرار (بخار میں زیادہ سخت ادویات کے استعمال سے دائیں ٹانگ اور بائیں بازو میں معمولی کمزوری ہے) کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4501519

☆ اوکاڑہ کے رفیق تنظیم، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے، ایم فل، فاضل علوم اسلامیہ حفظ وقراءت، سبجیکٹ سپیشلسٹ کے لیے دینی اور تحریکی مزاج کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقہ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0321-2945529

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4333438

دعا جو رحمتوں کے دریچے کھول دیتی ہے

نادیہ ناز غوری

دُعا کے معنی پکارنا، آواز دینا اور مدد طلب کرنا ہیں۔ شرعی اصطلاح میں دعا سے مراد انسان کا اپنی طلب وخواہش کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، اس سے مدد طلب کرنا ہے۔ دعا عرض حاجت ہے اور اس کی قبولیت اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر ''لبیک عبدی'' فرماتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور (اے نبیؐ) جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں، (تو کہیے) میں قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں (جواب دیتا ہوں) پکارنے والے کی، جب وہ مجھے پکارتا ہے۔'' (آیت: 186)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تقدیر کو دعا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بڑھاتی۔'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ یا تو اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے، یا اس کے عوض میں اس سے برائی کو روک دیتا ہے۔ یعنی اگر اس چیز کا دینا اس کے مقدر میں نہیں لکھا ہوتا، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے مانگنے کے بقدر اس سے مصیبت و بلا کو دور کر دیتا ہے۔'' (ترمذی)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔ پس یا تو دُنیا میں اُس کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے یا آخرت کے لیے اُس کا اَجر محفوظ کر دیتا ہے یا پھر دُعا سے اس کے گناہ دُور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دُعا نہ کرے اور جلدی نہ مچائے۔'' (ترمذی) آپؐ نے فرمایا ''اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے۔'' (مسندِ احمد) ارشاد ربانی ہے: ''اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔'' (سورۃ النساء)

دعا عبادت ہے۔ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز ومحتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا مانتا ہے۔ دعا وہ عبادت ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اللہ کی ذات کے علاوہ ہر ایک سے استغنا برتتا ہے۔ پھر یہ کہ دعا میں اخلاص ہوتا ہے، اللہ کی حمد و شکر گزاری ہوتی ہے، اللہ کے حضور سوال کیا جاتا، فریاد کی جاتی اور مدد طلب کی جاتی ہے، اللہ کی وحدانیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''دعا بھی عبادت ہے۔'' پھر آپؐ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: (ترجمہ) ''اور تمہارے پروردگار نے کہہ دیا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' (مسند احمد، ترمذی)

مومن کی یہ شان نہیں کہ اگر قبولیت دعا میں تاخیر محسوس ہو تو تھک کر بیٹھ جائے اور دعا ہی مانگنا چھوڑ دے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بندے کی دعا شرائط قبولیت کے بعد قبول کی جاتی ہے، جب تک وہ جلدی نہیں کرتا۔'' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی، لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور پھر وہ تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنی ہی چھوڑ دے۔'' (صحیح مسلم)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرے، تو بطور خاص اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے۔ غائبانہ دعا میں خلوص کارفرما ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے، تو وہ قبول کی جاتی ہے، دعا کرنے والے کے قریب ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے، جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھلائی کی دعا کرتا ہے، تو وہ فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کی دعا قبول فرما اور کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔'' (صحیح مسلم)

قبولیت دعا کے لیے پروردگار کی رحمت اور شفقت پر ایمان ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مستغنی ہے، کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اس پر کسی کا کوئی زور نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے، اسے چاہیے کہ وہ یقین و اعتماد کے ساتھ دعا مانگے (شک و شبہ کا کلمہ مثلاً اگر تو چاہے وغیرہ کا استعمال نہ کرے) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود وہی کرتا ہے، جو وہ چاہتا ہے، اس پر کوئی زور زبردستی کرنے والا نہیں۔'' (صحیح بخاری)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعا سے فائدہ نظر نہیں آتا، حکم الٰہی تو ایک اٹل فیصلہ ہے، ہماری دعاؤں سے یہ فیصلہ کس طرح تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کے ذریعے مصائب کا خاتمہ اور رحمت کا نزول بھی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ جس طرح ڈھال تیر روک لیتی ہے، پانی دینے سے زمین کشت زار بن جاتی ہے، اسی طرح دعا بھی نزول رحمت کا سبب ہے۔ تیر اور ڈھال کی طرح دعا اور بلا میں مقابلہ آرائی ہوتی ہے۔ حکم الٰہی اور قضا و قدر کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دشمنوں کے مقابلے سے یہ کہہ کر گریز کیا جائے اور ہتھیار نہ اُٹھایا جائے کہ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، کشت و خون سے کیا فائدہ؟ یا زمین میں بیج اُگ آئے گا، پانی دینے سے کیا حاصل؟ اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ تمام کام اسباب سے وابستہ ہیں۔ یہی حکم اول اور قضائے الٰہی کا مطلب بھی یہی ہے۔ پھر کسی ایک سبب پر دوسرے سبب کا وقوع دوسرا حکم ہے، اُسے تقدیر کہتے ہیں۔ جس پاک ذات نے خیر مقدم فرمایا ہے، اس نے اس خیر کے وقوع کو کسی سبب پر منحصر بھی رکھا ہے جس نے شر پیدا کیا ہے۔ اسی نے شر کے ازالے کے لیے سبب بھی پیدا کیا ہے۔ اہل بصیرت جانتے ہیں قضا و قدر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دعا سے حضور قلب ہوتا ہے۔ حضور قلب ہی عبادت کی غرض و غایت ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا مفہوم بھی یہی ہے: ''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے دعا کی قبولیت کے یہ اوقات بتائے ہیں:

- ☆ رات کا آخری حصہ۔ (بخاری)
- ☆ اذان کے وقت اور جنگ کی سختی کے وقت۔ (سنن ابوداؤد)
- ☆ اذان اور اقامت کے درمیان۔
- ☆ سجدے میں۔ (مسلم)
- ☆ نماز کے بعد۔ (مسلم)
- ☆ جمعے کے دن۔ (بخاری)

☆ روزے کی حالت میں۔(ترمذی)
☆ عرفات کے میدان میں۔(ترمذی)
☆ مرغ کی بانگ کے وقت۔(مسلم)
☆ میت کی آنکھ بند کرتے ہوئے۔(مسلم)
☆ شب قدر میں۔(ترمذی)
☆ بارش کے وقت۔

دعا کے لیے دس آداب ایسے ہیں جن کی رعایت دعا میں بہت ضروری ہے۔ پہلا ادب یہ ہے کہ افضل اوقات کا منتظر رہے، جیسے سال میں عرفہ کا دن ہے، مہینوں میں رمضان ہے، دنوں میں جمعہ ہے اور اوقات میں سحر ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے درخواست کرے اور میں عطا کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے اور میں اس کی مغفرت کروں۔'' (بخاری، مسلم)

(2) ایسے حالات میں دعا ضرور مانگے جس میں قبولیت کی امید ہو۔ حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ان تین اوقات میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں: فوج دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہو۔ بارش ہو رہی ہو۔ فرض نماز کی تکبیر کہی جا رہی ہو۔

(3) قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور ہاتھ اس قدر بلند کرے کہ بغلوں کی سفیدی چمکنے لگے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وقوف کے لیے میدان عرفات میں تشریف لائے اور قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

(4) آواز پست رکھے۔ دعا میں شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم جسے پکار رہے ہو وہ بہرا نہیں ہے اور نہ غائب ہے۔ جسے تم پکار رہے ہو وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان ہے۔''

(5) دعا میں قافیہ بندی کا تکلف نہ کرے، اس لیے کہ دعا مانگنے والے کی حالت آہ وزاری کرنے والے کے مشابہ ہے، ایسے شخص کو تکلف زیب نہیں دیتا۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''دعا میں سجع سے گریز کرو۔''

(6) دعا میں تضرع، خشوع، رغبت اور خوف ہو۔ ارشاد ربانی ہے ''تم لوگ اپنے رب سے دعا کیا کرو، گڑگڑاتے، تضرع کرتے اور آہستہ، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے ہوئے۔'' (سورۃ الاعراف) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو چاہتا ہے، تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ اس کی گریہ وزاری سنے''۔

(7) قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم دعا کرو، تو رغبت زیادہ رکھو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔'' (ابن حبان)

(8) دعا میں مبالغہ نہ کرے اور دعا کے الفاظ تین بار کہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ تین مرتبہ دعا فرماتے اور تین مرتبہ سوال کرتے۔ (بخاری ومسلم) اگر دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو، تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''تمہاری دعا اس وقت قبول ہوگی، جب تم جلدی نہ کرو گے اور یہ نہ کہو گے کہ میں نے دعا کی تھی، مگر قبول نہیں ہوئی۔ جب دعا کرو، تو بار بار سوال کرو، اس لیے کہ تم رب کریم سے دعا کر رہے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

(9) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دعا کی ابتدا کرے۔ سلمہ ابن الاکوع ؓ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو کبھی نہ سنا کہ آپؐ نے دعا کی ہو اور شروع میں یہ الفاظ نہ کہے ہوں: ''سبحان ربی الاعلیٰ الوھاب'' پاک ہے میرا رب عظیم، عطا کرنے والا۔'' (احمد۔حاکم)

(10) دسواں ادب تعلق باطن سے ہے، قبولیت کا اصل سبب یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں صدق دل سے توبہ کرے اور حق داروں کے حقوق ادا کرے۔

موجودہ حالت میں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے دریا، پہاڑ، سمندر ہم سے اپنی ناراضی کا اظہار کر رہے ہیں، ان کی ناراضی دراصل اللہ پاک کی ناراضی ہے اور اللہ پاک کی ناراضی عذاب وآفات کی شکل میں آتی ہے۔ ملک میں حالیہ سیلاب اللہ پاک کے عذاب کی ایک شکل ہے۔ ان حالات میں ہمیں اللہ پاک سے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی مانگنے، اپنی اصلاح کرنے، دعا مانگنے اور اللہ پاک کو راضی کرنے کی اشد ضرورت ہے، آیئے! ہم اپنے رب کے حضور سربسجود ہو کر دعا کریں کہ وہ ہمارے ملک کو اپنے عذاب وآفات سے محفوظ رکھے اور ہمیں ترقی وخوشحالی کے اک نئے دور سے ہمکنار کرے۔ (آمین)

مرکزی شعبہ نشرواشاعت کی طرف سے

تنظیم اسلامی کا تیار کردہ سال نو کا

کیلنڈر 2011

دستیاب ہے

خصوصی رعایتی قیمت 60 روپے

6 صفحات پر مشتمل شمسی وقمری کیلنڈر قرآنی آیات کی خوبصورت خطاطی سے مزین،
☆ 4 رنگوں میں دیدہ زیب طباعت ☆ خوبصورت ڈیزائن ☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "18"x23

رفقاء واحباب یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں اور
دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں
رفقاء واحباب کیلنڈر حاصل کرنے کے لئے اپنے مقامی مراکز سے رابطہ کریں

مرکز تنظیم اسلامی 67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
فون: 36316638, 36366638 فیکس 36271241
markaz@tanzeem.org

مرکزی شعبہ نشرواشاعت
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-35869501،
فیکس 35834000، media@tanzeem.org

جمہوریت نہیں، خلافت!

ضمیر اختر خان

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو منصب خلافت پر فائز کرتے ہوئے فرشتوں کے سامنے اس کا یوں اظہار فرمایا تھا:

﴿وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ﴾

"اور یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔"

اس پر فرشتوں کا جواب تھا:

﴿قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ﴾ (البقرہ:30)

"عرض کیا، پروردگار! آپ ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون خرابہ کرے گا۔"

آج کل کے حالات کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ فرشتوں کا خدشہ غالباً ہمارے اسی دور کے حوالے سے تھا۔ آج جس کو دیکھئے، وہ اپنے اصل منصب یعنی خلافت کی بجائے حاکیت کا مدعی بنا ہوا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جمہوریت نامی طرز سیاست میں حق حاکیت عوام کا تسلیم کیا جاتا ہے، حالانکہ اللہ نے حاکیت کو خاص اپنے لیے مختص کیا ہوا ہے۔ وہ اپنی حاکیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ سورۃ الکہف میں فرمایا:

﴿وَّلَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا (26)﴾

سورۂ یوسف میں فرمایا:

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ (آیت:40)

"حکمرانی کا حق سوائے اس کے کسی کو نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کے اسی حق کی ادائیگی کی محنت رسول ﷺ نے کی اور 23 برس کے قلیل عرصے میں پورے جزیرۃ العرب سے اس کو تسلیم کروالیا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفائے راشدین ؓ نے دنیا کے وسیع وعریض حصے میں اللہ کی بادشاہی قائم کی۔ ان کے بعد امت میں کمزوری آئی اور خلافت ملوکیت میں بدل گئی۔ یوں مسلمانوں کی نالائقی کی وجہ سے دنیا کو جمہوریت کا تجربہ کرنا پڑا۔ انسانی تاریخ کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ نادان انسانوں نے اللہ کے اس خاص حق (Exclusive Right) میں دخل اندازی کی۔ پہلے حاکیت کا دعویٰ کوئی ایک شخص کیا کرتا تھا۔ کبھی یہ گستاخی نمرود نے کی تھی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی تقاضا کرتا تھا کہ اس کی بادشاہی تسلیم کی جائے۔ سورۃ البقرہ آیت 258 میں اس کا ذکر یوں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے اپنے رب کا تعارف یوں کروایا: ﴿رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۙ﴾ "میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔" اس پر نمرود نے جو خدائی کا دعویدار تھا، کہا: ﴿اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ﴾ "میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں"۔ روایات کے مطابق اس نے ایسے مجرم کو بلوایا جسے سزائے موت دی جانی تھی اور اسے چھوڑ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ جس نے حاکیت کا لبادہ اڑھا ہوا ہے اس کو کاری ضرب کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ﴾ "بے شک اللہ مشرق سے سورج کو نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا"۔ اس کے پاس جواب کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ ﴿فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ﴾ "یہ سن کر وہ ہکا بکا رہ گیا"۔

اسی طرح کی حماقت فرعون نے بھی کی تھی۔ اُس نے تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے کہا تھا:

﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی﴾ (النازعات:24)

"پس اُس نے کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس خودسر شخص کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اُسے بحرقلزم میں لاؤ لشکر سمیت ڈبو دیا اور اس متکبر کی لاش کو محفوظ کر کے رہتی دنیا تک خدائی کے دعویداروں کے لیے عبرت کا سامان بنا لیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!

حقیقت یہ ہے کہ اس زمین پر انسانوں کی دنیا میں جب تک اللہ کو ہر اعتبار سے بالفعل حاکم تسلیم کر کے اس کے دیے ہوئے ضابطے کے مطابق تمام شعبہ ہائے زندگی کو استوار نہیں کیا جاتا، اس وقت تک یہاں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی انسانوں کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی وروحانی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں جو دینی وسیاسی جماعتیں اس وقت جمہوری طریقوں کو اپنا کر خدمت دین کا عزم رکھتی ہیں وہ حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکے میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان کے خلوص واخلاص پر شک کرنے کا حق نہیں ہے مگر جو بات زبان زدعام ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوری نظام کے ذریعے مسائل حل ہوں گے، وہ شدید مغالطے میں مبتلا ہیں۔ خاص طور پر کسی عالم دین کے منہ سے جب اس طرح کے گھسے پٹے جملے نکلتے ہیں کہ "ہم جمہوریت کے استحکام کے لیے کام کرتے رہیں گے" یا اس طرح کی باتیں کہ "ہم کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے جمہوریت غیر مستحکم ہو جائے" تو یقین کیجیے کہ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ یا اللہ جنہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کی بات کرنی تھی وہ جمہوریت کے علمبردار کیوں بن گئے۔ اے اہل دین! کیا قرآن میں غیر اللہ کی حاکیت کا کہیں تصور ہے؟ آپ یہی کہیں گے کہ نہیں ہے تو پھر ہماری آپ سے درخواست ہے کہ خدارا! جمہوریت کا پیچھا چھوڑ دیجیے، خلافت کے نظام کی بات کیجیے۔ آپ تو ماشاء اللہ قال اللہ وقال الرسول کی فضاؤں میں پروان چڑھے ہیں۔ آپ سے یہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے کہ اسلام اپنا ایک جداگانہ سیاسی پروگرام دیتا ہے۔ اسلام کا اپنا سیاسی ایجنڈا ہے اور وہ نظام خلافت کا قیام ہے۔ یہ چیز علامہ اقبال اور قائداعظم پر بھی واضح تھی کہ اسلام کے سیاسی نظام کا اللہ کی طرف سے دیا ہوا عنوان خلافت ہے۔ چنانچہ اقبال ایک طرف پچھلی صدی میں "ترک ناداں" کے ہاتھوں خلافت کی قبا چاک ہونے پر نوحہ کرتے ہیں ؎

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کو پکارتے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ اور نظام خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

مزید براں قیام پاکستان کے مقاصد کی وضاحت اپنے معروف خطبۂ الہ آباد میں یوں کرتے ہیں

"For Islam it will be an opportunity to rid itself of the stamp that Arabian Imperialism was forced to give it, to mobilize its laws, its education, its culture and bring them into closer contact with its own original spirit and with the spirit of modern times"

"(اگر مسلمانوں کو ایک آزاد خطہ میسر آ گیا تو) اسلام کے لیے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے دور میں اس کے روشن چہرے پر جو پردے پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر اس کے قوانین، اس کی تعلیمات اور تہذیب وثقافت کو اس کی اصل روح (یعنی دور خلافت راشدہ) کے ساتھ بحال کر کے روح عصر کے مطابق پیش کیا جائے"۔

جمہوریت کی خرابیوں سے اقبال جتنے آگاہ تھے ویسا شاید ہی کوئی اور ہو۔ اس طرز حکومت کے بارے میں ایک طرف وہ کہتے ہیں۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

تو دوسری جانب اس کی شرانگیزی سے خبردار کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں ۔

تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

اہل حق اگر باطل کی درپردہ اور نادانستہ بھی حمایت کریں تو اقبال ان پر لعنت بھیجتے ہیں ۔

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں لعنت وہ کلیم اللہی

اسلام کے نظام خلافت نے قائداعظم محمد علی جناح جیسے جدید خیالات کے حامل انسان کو بھی متاثر کیا تھا۔ قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کے دوران متعدد بار انہوں نے خلافت راشدہ کے مثالی نظام کا حوالہ دیا۔ اس سلسلے میں ان کا وہ بیان تو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے جو ان کے معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے اپنے ایک مضمون میں نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک بار دوا کے اثرات دیکھنے کے لیے ہم ان کے پاس بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے بات چیت سے منع کر رکھا تھا اس لیے الفاظ لبوں پر آ کر رک جاتے ہیں۔ اس ذہنی کشمکش سے نجات دلانے کے لیے ہم نے خود انہیں دعوت دی تو وہ بولے: تم جانتے ہو، جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے، یہ کام مشکل تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہ کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے۔ اس کے پہاڑوں، ریگستانوں اور میدانوں میں نباتات بھی ہیں اور معدنیات بھی۔ انہیں تسخیر کرنا پاکستانی قوم کا فرض ہے۔ قومیں نیک نیتی، دیانت داری، اچھے اعمال اور نظم وضبط سے بنتی ہیں اور اخلاقی برائیوں، منافقت، زر پرستی اور خود پسندی سے تباہ ہو جاتی ہیں۔" (روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

مبشر و معمار پاکستان کے افکار و خیالات کتنے واضح ہیں، مگر ہمارے سیاسی زعماء ان سے نابلد ہیں۔ سیکولر طبقات کو ایک طرف رکھیے، لگتا ہے ہماری دینی سیاسی قیادت کو بھی اس کا احساس نہیں ہے۔ کیا اب بھی ہماری دینی وسیاسی جماعتیں جمہوریت کے استحکام کے لیے کام کرتی رہیں گی یا اپنے اصل سیاسی نظام جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اس کو اختیار کریں گی؟ گزشتہ 63 سال سے جمہوری سیاست نے آپ کو سوائے بدنامی کے کچھ نہیں دیا۔ تجربے کے طور پر ہی سہی اگلے 20 برس نظام خلافت قائم کرنے پر توجہ دیں اور پھر دیکھیں اللہ آپ کی کیسے مدد فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (النور: 55)

"اللہ کا وعدہ ہے اہل ایمان سے کہ وہ اعمال صالحہ اختیار کریں تو وہ لازماً ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔"

دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس کا یقین عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

15 تا 21 جنوری 2011ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ نماز جمعہ)

اور

نقباء و امراء تربیتی ومشاورتی اجتماع

21 تا 23 جنوری 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی	برائے رابطہ (042)36316638-36366638 0333-4311226

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو

نذیر احمد غازی

پاکستان میں اس وقت اہم ترین مسئلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے توہین رسالت کی مغربی مہم نے اب نئے انداز سے اپنی کارروائی کو بڑھاتے ہوئے پاکستانی دانش وروں کو بہت ہی گہری چال میں پھنسالیا ہے۔ سازش کے اس پیچیدہ جال میں ہمارا میڈیا اور بہت سے دانشور اس بری طرح سے پھنس گئے ہیں کہ اب وہ مغربی طاغوت کا ذہن اور زبان استعمال کر رہے ہیں۔ دوسری جانب مذہبی وسیاسی جماعتوں نے حسب سابق احتجاج اور روایتی اظہار بیان کا طریقہ اپنایا ہے۔ مغربی پریس اور مغرب کے زیر اثر ملکی میڈیا احتجاج کو محض جذباتیت قرار دے کر عام سادہ مسلمانوں کو بزعم خویش عقل کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔

توہین رسالت کا مسئلہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر نہایت دانشمندی اور ملی غیرت کے فکری توازن کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

بین الاقوامی سطح پر یہودی فکری قوت علمی سطح پر اپنے مذموم دل خراش عقائد کو اہل دانش کے ذہن میں اس مکاری سے منتقل کرتی ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کے خلاف ایک منظم فکری طبقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

عارضی احتجاج اور روایتی جذباتیت اگرچہ ایک مزاحمتی انداز ہے لیکن دشمن قوتیں جامع منصوبہ بندی سے کام کرتی ہیں۔ ان کے داخلی اور خارجی محاذ اتنے مستحکم ہیں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب رہتے ہیں' اسی لئے ایک مسلّمہ عقیدہ اور مسلّمہ فطری قانون کو متنازعہ بنانے میں انہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آتی۔

قارئین! مسلمانوں کے بنیادی اور امتیازی عقائد میں جناب رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قلبی اور روحانی تعلق ایک اہم ترین عقیدہ ہے۔

قرآن کی نص قطعی ہے: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:6) یعنی "نبی کریم ﷺ تو مومنین کی جانوں سے بھی قریب ترین ہیں۔" اس لئے رسول اللہ ﷺ کی الفت ومحبت اہل ایمان کے دلوں میں ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتی ہے۔ یہی الفت ومحبت ان کے ایمان کا جوہر اور امتیاز ہے۔ مسلمانوں کے کلمے میں بھی جو وجود ان کی زندگی کو دستوری اور معاشرتی ہدایت کا سبق دیتا ہے' وہ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی مقدس وبے عیب ذات ہے، اس لئے مسلمان اپنی زندگی' قبر اور حشر میں بھی اس تعلق محبت سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور رسول کونین ﷺ سے غیر مشروط محبت اور لامحدود وفاداری ان کے عقیدے کی بنیادی ضرورت ہے۔ قبر اور حشر کے مراحل تو تب پیش آتے ہیں جب بدن سے روح جدا ہو جائے اور بدن پر موت وارد ہو جائے یعنی کوئی مسلمان اپنی جان سے گزر جائے۔ وہ جان سے گزر کر قبر اور حشر کے مراحل تک تو پہنچ جاتا ہے لیکن الفت رسول ﷺ اور جان سے بھی قریب ترین تعلق رسول ﷺ کا عقیدہ ختم نہیں ہوتا۔ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا عقیدہ بھی اپنے انبیاءؑ کے بارے میں اسی طرح کا ہے۔ لہٰذا ایمان اور محبت کو زندگی پر فوقیت حاصل ہے۔

ایمان اور قلبی جذباتیت ایک فطری حقیقت ہے۔ ماں بچے کو بچانے کے لیے اپنی زندگی کی پروا نہیں کرتی۔ یہ جبلت ہے کہ کوئی جاندار اپنے بچے کی حفاظت کے لیے آمادہ بہ جنگ ہو جاتا ہے۔ امریکہ کا خیال ہے کہ نائن الیون کے حملوں میں نہ صرف اس کے شہریوں کی جانیں تلف ہوئی ہیں بلکہ اُس کی ریاست کی توہین بھی ہوئی ہے' اس لئے اس نے گزشتہ کئی سالوں سے قاتل کی تلاش میں کئی ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ مبیّنہ طور پر امریکہ کو شک تھا کہ عراق میں اس کے خلاف اسلحہ جمع کیا جا رہا ہے۔ اس نے محض شک کی بنیاد پر کئی لاکھ افراد کو قتل کر دیا ہے۔ اب مقام غور یہ ہے کہ امریکہ نے اپنی مادی زندگی اور مصنوعی ملی عزت و وقار کی خاطر انسانی جانوں کو جس طرح گاجر مولی سمجھ کر قتل کیا ہے کیا وہ اس فعل میں حق بجانب ہے۔ ان کی دلیل یہی ہوگی کہ ہمارے شہریوں کی جان بہت قیمتی تھی اور اس سے بڑھ کر ہمارا ملی وقار برباد ہوا۔ امریکہ ایک خطہ زمین اور اس کے باشندے دنیا کی آبادی میں محض چند فیصد' جبکہ مسلمان تقریباً ڈیڑھ ارب ہیں اور دنیا کا ہر خطہ ان کا وطن ہے۔ اس لحاظ سے ان کے حقوق کا معاملہ بھی نہایت ہی اہم ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک ان کے عقائد کو ان کی مادی زندگی پر برتری اور ترجیح حاصل ہے' اس لئے ان کے عقائد کا تحفظ انسانی حقوق کے اولین اور اہم دائرے میں آتا ہے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں اپنے عقائد کا تحفظ آئینی اور قانونی ضابطوں کے تحت کیا ہے۔ یہ ایک طویل اور وقت طلب موضوع ہے لیکن جب لوگ ازخود آئین اور قانون کو مردہ سمجھ کر کھلی جارحیت پر اتر آئیں تو اہل دانش جواب دیں کہ فطرت کون سا راستہ فراہم کرتی ہے؟

جذباتیت اور عقل کا توازن بہرحال ایک محفوظ راستہ ہے۔ اس محفوظ راستے کو چھوڑ کر اگر کوئی فرد یا طبقہ اپنے لئے نئے راستے تلاش کرتا ہے تو یقیناً ایک فطری اور معاشرتی شدید ناہمواری جنم لے گی۔

ہم پاکستان کی ریاستی اور آئینی حیثیتوں سے بھی ذرا دیر کے لیے اگر صرف نظر کریں تو تب بھی انسانی حقوق کا مسئلہ کسی بھی بین الاقوامی پہلو سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی شخص اور معاشرے کی زندگی اور اس کی عزت نفس کا احترام اس کے داخلی اور مروجہ طریقوں سے کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ ڈیڑھ ارب مسلمان کی زندگی اور عزت نفس جناب رسالت پناہ ﷺ کی عظمت و حرمت سے وابستہ ہے۔ یہاں پر بین الاقوامی معاشرتی اخلاقیات کے تقاضے یہی تلقین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جذبات کا احترام نہایت ضروری ہے اور اگر کوئی فرد یا معاشرہ اس احترام کو پیش نظر نہیں رکھتا تو پھر معاشرتی بے چینی اور شدید بے چینی جو بالآخر تصادم کی طرف بڑھتی ہے، پیدا ہونا فطری ہے۔ یہ بے چینی کسی بھی سطح کی معاشرت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اسی لئے پاکستان میں اسی بنیادی فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے قانونی ضابطہ 295-C مرتب

ہوا۔ اس ضابطۂ قانون میں کسی بھی اقلیت کی جان، مال، عزت اور عقیدہ قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔ یہ ضابطہ معاشرے کو اعتدال کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔

1986ء میں یہ قانون بنایا گیا کہ جو کوئی شخص رسول کریم ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے (چاہے وہ گستاخی بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ) اس شخص کو عمر قید یا موت کی سزا دی جائے گی۔ پھر 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت کے فل بنچ نے کئی مہینوں تک وکلاء اور ماہرین اسلامی قانون کو سننے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ گستاخ رسول کی سزا صرف موت ہے، اس لئے عمر قید کے لفظ حذف کر دیئے جائیں۔ راقم بھی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے عدالت کی معاونت کرتا رہا تھا۔

پھر اگلا مرحلہ یہ پیش آیا کہ 1994ء میں ایک مقدمے کے سلسلے میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ نے بھی اس قانونی دفعہ کو جائز قرار دیا اور کہا کہ اس دفعہ کے الفاظ آئین پاکستان سے قطعاً متصادم نہیں ہیں۔ خاص طور پر جسٹس میاں نذیر اختر نے ایک نوٹ لکھا، جس میں انہوں نے یہ وضاحت کی کہ ''اگر اس قانون کو ختم کر دیا جائے تو پھر توہین رسالت کے ملزمان کو لوگ موقع پر ہی کیفر کردار تک پہنچا دیں گے اور یہی طریقہ قدیم سے رائج ہے۔''

قارئین کی سہولت اور اصل فیصلے تک رسائی کے لیے اصل عبارت دی جا رہی ہے۔

If the provisions of section 295c of the PPC are repealed or declared to be ultra vires to constitution, the time old method of doing away with the culprits at the spot would stand revived."

ہمارے اہل دانش اس ایمانی حقیقت کو کیوں پس پشت ڈالتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایمانی حقیقت کا وجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی محبت سے وابستہ ہے۔

بقول ظفر علی خان مرحوم......

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

آج کل ٹی وی چینلز پر آنے والے چند معترضین اس بات کو مسلسل دہرا رہے ہیں کہ 295-C کے غلط استعمال کو روکنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عام سادہ ذہن پڑھے لکھے لوگ بھی ان کی اس غیر حقیقی بات کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ اپنے حلقوں میں اس کی تائید بھی کرتے ہیں اور افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ اپنے بہت سے دینی حلقے بھی اس خیانت بھرے جاہلانہ پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ جبکہ قانون نے واضح طور پر تعزیرات پاکستان میں اس اعتراض کا مکمل جواب دیا ہے اور پوری طرح سے تدارک کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 194 ملاحظہ کریں جس کے مطابق اگر کوئی شخص کسی آدمی کو ایسے جھوٹے مقدمے میں ملوث کرے اور اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے جس کی سزا عمر قید یا موت ہو تو ایسے شخص کو عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ اسی شق میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص پر سزائے موت نافذ ہو گئی اور وہ بے گناہ تھا تو قانون کے مطابق جھوٹی گواہی دینے والے شخص کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔ قارئین! آپ خود فیصلہ کیجئے کہ عمر قید اور سزائے موت سے بڑھ کر کون سی سزا ہو گی جو اس سلسلے میں دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ 295-C کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے جو قانون موجود ہے وہ نہایت سخت اور کارگر ہے۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

1994ء میں ایک مقدمے کے فیصلے میں جسٹس میاں نذیر اختر نے ایک نوٹ لکھا، جس میں یہ وضاحت کی کہ ''اگر اس قانون (ناموس رسالت) کو ختم کر دیا جائے تو پھر توہین رسالت کے ملزمان کو لوگ موقع پر ہی کیفر کردار تک پہنچا دیں گے اور یہی طریقہ قدیم سے رائج ہے۔''

قرآن کا پیغام   خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم **کا**

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر، بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔ 1000 روپے ﴿TDK کیسٹ﴾

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کرکے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیم اسلامی

67/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔
فون نمبرز 6316638/6366638 فیکس: 6271241
Email:markaz@tanzeem.org
websit:www.tanzeem.org

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ پشاور میں ”توبہ کی پکار“ مہم

تنظیم اسلامی کی جانب سے ملک بھر میں چلائی جانے والی توبہ مہم کے سلسلہ میں حلقہ پشاور جو پانچ مقامی تناظیم، ایک منفرد اُسرہ اور منفرد رفقاء پر مشتمل ہے، کا خصوصی مشاورتی اجلاس 13 اکتوبر کو منعقد ہوا۔ امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد نے اپنی گفتگو میں توبہ مہم کی غرض وغایت بیان کی اور تناظیم، اُسرہ جات اور رفقاء کی اس مہم میں بھرپور شرکت پر زور دیا۔ اس خصوصی مشاورتی اجتماع میں ہفتہ توبہ کی منصوبہ بندی کی گئی، اور فیصلہ کیا گیا کہ ائمہ مساجد، انتظامیہ، عدلیہ ودیگر سرکردہ شخصیات تک امیر محترم کا خط پہنچایا جائے۔ علاوہ ازیں توبہ بروشرز، چارٹس، وال ہینگرز اور بینرز آویزاں کیے جائیں۔ توبہ مہم کے آغاز سے پہلے خطوط برائے آئمہ، خطباء حضرات کو پہنچائے گئے اور اُن سے اس موضوع پر خطاب کی درخواست کی گئی، جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں علماء کرام نے اس موضوع پر عمومی انداز سے اور بعض نے تنظیم کی جانب سے شروع کی گئی مہم کے حوالے سے خطاب کیا اور اس مہم کو سراہا۔

توبہ مہم کے سلسلہ میں حلقہ کی سطح پر سہ ماہی اجتماع کے ابتدائی پروگرام کو عمومی دعوتی سیشن کی شکل دی گئی۔ اس اجتماع سے بعد نماز مغرب حافظ خالد شفیع نے ”توبہ کی ضرورت اور اس کے تقاضے“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد نماز فجر نائب مدیر قرآن اکیڈمی قاری محمد فیاض نے توبہ کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ بعدازاں پروفیسر محمد جمشید عبداللہ نے گناہ کبیرہ اور توبہ کے موضوع پر خطاب کیا۔ حلقہ جات قرآنی میں بھی اسی موضوع پر دروس دیئے گئے۔ علاوہ ازیں تنظیم اسلامی پشاور غربی کے زیر اہتمام مسجد فارسٹ کالج بازار اور مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی میں، تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام جامع مسجد شمسی روڈ مردان، جامع مسجد ابوبکر صدیق رسالپور کینٹ، جامع مسجد آرمر ہاؤسنگ کالونی نوشہرہ، جامع مسجد علی المرتضیٰؓ بدرشی، جامع مسجد بلال میں، تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے زیر اہتمام برمکان نسیم اللہ ایڈووکیٹ، جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ حاجی کیمپ، حجرہ ناظم پہاڑی پورہ میں اجتماعات منعقد کیے گئے، جن میں توبہ کے موضوع پر تفصیلی بیانات ہوئے۔ علاوہ ازیں تنظیم اسلامی پشاور صدر کے زیر اہتمام نیشنل کالج آف بزنس میں چار کلاسوں میں توبہ کے موضوع پر لیکچرز ہوئے، جن سے مجموعی طور پر 100 طلبہ نے استفادہ کیا۔

کیمپ اور واک:

توبہ کی منادی کے سلسلے میں حلقہ کی مختلف تناظیم کے تحت کیمپ اور واک کا اہتمام بھی کیا گیا۔ تنظیم اسلامی پشاور جنوبی کے زیر اہتمام 24 اکتوبر کو ظہر تا مغرب پشاور کے گنجان آباد علاقے ہشت نگری بس سٹاپ پر کیمپ لگایا گیا یہاں تقریباً 3000 کے لگ بھگ ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے، جس کی پشاور کے کثیر الاشاعت اخبار ”آج“ نے خبر اور تصویر لگا کر کوریج کی۔ پشاور کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی توبہ مہم کے حوالے سے سرگرمیاں جاری رہیں۔ اس سلسلے میں تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام نظام پور، جہانگیرہ، اکوڑہ خٹک، رسالپور، مردان اور درگئی کے علاقوں میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ تنظیم اسلامی پشاور جنوبی کے زیر اہتمام تحصیل پبی کے بازار میں 8 رفقاء نے دو دو کی ٹولیوں میں بازاروں میں اور بعد نماز مغرب مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے زیر اہتمام چارسدہ میں واک کا اہتمام کیا گیا، جس میں 20 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ شرکاء وال ہینگرز اور بینرز تھامے تبلیغی مرکز سے فاروق اعظم چوک اور پھر پشاور روڈ کی طرف سے ہو کر واپس مرکزی چوک فاروق اعظم پہنچے۔ پھر تنگی روڈ ڈیرہ بازار سے ہوتے ہوئے مرکزی چوک تک گئے۔ آخری مرحلے میں انہوں نے مرکزی چوک سے شروع ہو کر مردان روڈ کو کور کیا۔ اس دوران ہینڈ بلز کی تقسیم کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور صحافی حضرات سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ اخبارات نے اس پروگرام کی نمایاں انداز سے کوریج کی۔

خواتین کے اجتماعات:

بعض خواتین کی جانب سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ توبہ کی پکار میں صرف مرد حضرات ہی کو متوجہ نہ کیا جائے بلکہ خواتین کو بھی یہ پکار لگائی جائے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ہمدرد ویلفیئر سنٹر اور تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے زیر اہتمام اُسرہ خواتین کے اجتماعات ہوئے، جن میں توبہ کی منادی کی گئی۔ اِن اجتماعات میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

اختتامی پروگرام:

مرکز کی ہدایت کے مطابق مہم کے اختتام پر ایک بڑا دعوتی پروگرام رکھا گیا۔ اس پروگرام میں شیخ القرآن والحدیث مولانا شیر علی شاہ، شیخ القرآن والحدیث مولانا الطاف الرحمٰن بنوی، مولانا سمیع الحق (خطیب جامع مسجد ہشت نگری) قاری مظفر اللہ ظہیر (صدر اتحاد العلماء پاکستان) اور خالد محمود عباسی (نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی) کو شرکت کی خصوصی طور پر دعوت دی گئی۔ اس اجتماع کے لیے 2000 چارٹس، 10000 ہینڈ بلز اور بینرز چھپوائے گئے۔ علاوہ ازیں مقامی اخبار ”آج“ میں اشتہار بھی دیا گیا۔ قاری مظفر اللہ ظہیر علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ انہوں نے تحریری پیغام بھجوایا جس میں انفرادی اور اجتماعی گناہوں پر توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا سمیع الحق نے سورۃ الزمر کی آیت نمبر 53 کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی شان غفاری اور توبہ کے موضوع پر گفتگو کی۔ مولانا الطاف الرحمٰن بنوی نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں امت مسلمہ کا جائزہ پیش کیا۔ جناب خالد محمود عباسی نے تنظیم اسلامی کی جانب سے توبہ کی پکار مہم کا تفصیلی پس منظر بیان کیا۔ شیخ القرآن والحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کی جانب سے توبہ کی پکار کو وقت کا اہم تقاضا قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ہم اللہ کی جانب سے مختلف عذابوں کی گرفت میں ہیں۔ اِن عذابوں سے نجات کا واحد راستہ توبہ ہے۔ اس موقع پر توبہ اور ”تنظیم اسلامی ایک نظر میں“ کے حوالے سے بروشرز بھی تقسیم کیے گئے۔ علاوہ ازیں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطاب بعنوان ”توبہ کی عظمت وتاثیر“ کی CD رعایتی قیمت پر 300 کی تعداد میں فروخت کی گئی۔ اسی حوالے سے ایک پروگرام اسٹیشن مسجد دانش آباد پشاور میں نماز جمعہ کے ساتھ ہوا۔ محترم مولانا الطاف الرحمٰن بنوی نے توبہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ قبل ازیں تنظیم اسلامی پشاور غربی کے رفقاء نے علاقے میں بھرپور دعوتی کام کیا اور نماز جمعہ کے اجتماع میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے۔

علاوہ ازیں معاشرے کے موثر طبقات، انتظامیہ، اساتذہ تک توبہ کی پکار لگانے کے لیے خصوصی خط، توبہ بروشرز کیساتھ پہنچائے گئے اور انہیں تنظیم کی جانب سے شروع کی گئی اس مہم کی طرف متوجہ کیا گیا۔ توبہ مہم کے اثرات معاشرے پر محسوس کیے گئے۔ مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں خصوصاً علماء کرام نے اس مہم کو سراہا اور اسے وقت کی آواز قرار دیا۔ علاوہ ازیں ہینڈ بلز کی تقسیم کے دوران لوگوں کے تعریفی کلمات سننے کو ملے۔ مختلف افراد نے تنظیم کے دفاتر ٹیلی فون کر کے گفتگو کی اور کچھ نے دفاتر میں آ کر بالمشافہ گفتگو کی۔ (مرتب: خورشید انجم)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام ناموس رسالت ریلی

5 دسمبر اڑھائی بجے تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام شہر کے گنجان آباد چوک گھنٹہ گھر سے پریس کلب ملتان تک ایک پُرامن احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ جس میں تنظیم اسلامی ملتان شہر کے علاوہ دوسری تناظیم کے رفقاء اور احباب نے بھی شرکت کی۔ ریلی کے آغاز میں مظاہرین ایک گھنٹہ تک چوک گھنٹہ گھر پر کھڑے رہے۔ بعدازاں پریس کلب کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دوران راستہ میں آنے والی دکانوں اور گاڑیوں میں ”قانون ناموس رسالتؐ اور ہمارا لائحہ عمل“ کے حوالے سے ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے۔ شرکاء نے ہاتھوں میں بینرز اور ٹی بورڈ اُٹھا رکھے تھے جن پر ”ناموس رسالت ایکٹ میں ترمیم نامنظور“ اور ”حکمرانوں ہوش میں آؤ، یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار نہ بنو“، کے نعرے درج تھے۔ ریلی میں 50 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ ریلی

کے شرکاء پریس کلب پہنچے تو امیر تنظیم اسلامی ملتان شہر محمد عرفان بٹ نے اُن سے مختصر خطاب کیا۔ بعد نماز عصر ریلی اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: ناصر انیس خان)

تنا ظیم اسلامی ہارون آباد کی ماہانہ شب بیداری

11 دسمبر بروز ہفتہ ہارون آباد شہر کی دونوں تنا ظیم کی ماہانہ شب بیداری ہوئی۔ شب بیداری کا آغاز نماز مغرب کے بعد تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت قاری محمد شاہد انصاری (امام مسجد جامع القرآن) نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد جناب سجاد سرور نے آسان الفاظ میں مطالباتِ دین پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا کہ ہم نے امیر تنظیم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ اُن کا ہر حکم (معروف میں) مانیں گے۔ اس طرح کے پروگرامز ہماری ہی تربیت و اصلاح کے لیے مرتب کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اِن میں حاضری کو یقینی بنایا جائے۔

درس حدیث کی ذمہ داری بھی سجاد سرور نے نبھائی۔ انہوں نے حدیث رسول کی روشنی میں تقویٰ کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ تقویٰ ہماری ضرورت ہے۔ تقویٰ میں ہی اللہ اور رسول ﷺ کی رضا ہے۔ رفاقتِ رسول بھی متقیوں کو ملے گی۔ جنت کے حقدار بھی درحقیقت متقین ہی ہیں۔

سیرت صحابہؓ کے حوالے سے ملتزم رفیق جناب محمد اختر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند درخشاں پہلو بیان کیے۔ راقم نے سورۃ الفرقان کی روشنی میں قرآن کے انسان مطلوب کے تکمیلی اوصاف بیان کیے۔ کھانے کے آداب سجاد سرور نے بیان کیے۔ کھانے سے فراغت کے بعد پروگرام کو بہتر بنانے کے بارے میں مشاورت کی گئی۔ رات 10 بجے رفقاء کو سونے کا وقفہ دیا گیا۔ صبح سوا چار بجے دوبارہ بیدار ہوئے تو نماز تہجد سے فراغت کے بعد نماز مع ترجمہ کا اعادہ و مذاکرہ کیا گیا۔ فجر کی نماز کے بعد تذکیر بالقرآن (ذکر آخرت) پر شب بیداری کا یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اِس پروگرام میں تقریباً 22 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اِس کوشش کو قبول فرمائے۔ (مرتب: محمد رضوان عزمی)

جوہر آباد میں منعقدہ ایک روزہ دعوتی پروگرام

12 دسمبر 2010ء صبح تقریباً ساڑھے نو بجے امیر حلقہ ڈاکٹر رفیع الدین، ملک محمد افضل اعوان، محمد طاہر بشیر اور ظفر اقبال لاہڑی کے ہمراہ ایک روزہ دعوتی پروگرام کے سلسلے میں جوہر آباد کے لیے روانہ ہوئے، اور گیارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ پروگرام کا آغاز ساڑھے گیارہ بجے اسرہ جوہر آباد کے نقیب محمد ارشد کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ المنافقون کا درس دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین اور محمد ارشد ہاڈلی گاؤں تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین نے بھٹیاں والی مسجد میں خطاب کیا۔ اُن کا موضوع توبہ کی منادی تھا۔ پروگرام میں احباب نے بھی شرکت کی۔ بعد نماز عصر ڈاکٹر رفیع الدین نے بالیاں والی مسجد میں خطاب کیا۔ یہاں موضوع ''دین اور مذہب کا فرق'' تھا اور حاضری ایک درجن کے قریب تھی۔ بعد نماز مغرب واڑیاں والی مسجد میں دینی فرائض کا جامع تصور بیان کیا گیا، سامعین کی تعداد 30 تھی۔ اختتام پر شرکاء میں تنظیم کا لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا۔ جوہر آباد بلاک نمبر 1 میں ملک محمد افضل اعوان نے توبہ کی منادی پر بیان کیا۔ اِس بیان کو 16 احباب نے سنا۔ طاہر بشیر نے پیپسی کولا کے ڈپو میں خالد وسیم کے ساتھ توبہ کی منادی پر بیان کیا۔ بیان میں احباب کی تعداد 30 تھی۔ بعد نماز مغرب طاہر بشیر نے ایک مسجد میں ''قرآن مجید کے حقوق اور ہماری دینی ذمہ داریاں'' پر گفتگو کی۔ ظفر اقبال لاہڑی نے نماز ظہر کے بعد مسجد نمرہ میں سورۃ العصر پر مفصل بیان کیا، حاضرین کی تعداد تھی۔ بعد نماز مغرب انہوں نے مدرسہ کاشف العلوم میں سورۃ العصر پر بیان کیا۔ یہاں حاضرین کی تعداد 6 تھی۔ جوہر آباد میں نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد رفقاء سرگودھا کے لیے روانہ ہوئے۔ (رپورٹ: غلام رسول)

Abu Hurairah ﷺ reported Allah's Messenger ﷺ as saying: "If anyone extols Allah after every salah 33 times, and praises Allah 33 times, and declares His greatness 33 times, ninety-nine times in all, and says to complete a hundred: "There is no god but Allah, having no partner with Him, to Him belongs sovereignty and to Him is praise due, and He is Powerfully over everything", his sins will be forgiven even if they are abundant as the foam of sea." [*Muslim*]

So do not let your dreams of an Everlasting *Jannah* trickle down the drain, drop by drop, slowly cutting away at your Eman. Turn of the negatives at the source by fixing the leaks where they start. In your heart! Make the change now, for even the hardest stone will eventually show a sign of wear after the trickle-down effect has taken its toll, and the imprint will be visible to all.

And just think --- it all started with only one drop!

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم گلستان جوہر I میں عارف جمال فیاضی امیر مقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلستان جوہر I میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی سفارش اور رفقاء کی آرا کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 23/دسمبر 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب عارف جمال فیاضی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم گلستان جوہر II میں آصف حبیب پراچہ امیر مقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلستان جوہر II میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 23 دسمبر 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب آصف حبیب پراچہ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

اعتذار

گزشتہ شمارہ (نمبر 1) میں خطبہ جمعہ کے تیسرے صفحے پر جملہ ''حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کوفہ میں حضرت حسینؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی'' میں کمپوزنگ کی غلطی سے ''حضرت حسنؓ'' کی جگہ ''حضرت حسینؓ'' درج ہو گیا۔ اِس کی تصحیح کر لی جائے۔ ہم اِس سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

M. Al-Nasr

THE TRICKLE-DOWN EFFECT

Have you ever noticed a drop of water? You know the type I am talking about. Picture it. It is the kind that drips out of the faucet, drop by drop. It is the same one that seems so loud that it echoes as it hits the porcelain and is magnified a million times louder than it actually is when you can't sleep in the middle of the night. Did you ever pay close attention to how it trickles down? Or, have you ever wondered where it went and how far it may have traveled?

I know it's a little weird, but I have spent some serious time thinking about it. Probably one of those nights I spent counting sheep. Just imagine it for a minute. I mean, really think about that single little drop of water and the journey it would take all the way down the drain.

What would be the destination point? Where would it end up? How large would the accumulated drops be at the end of the line? What effect would it have on the world around it once it got where it was going?

Our decisions in life are a lot like that single drop of water. Each thing we decide to do eventually trickles down into a gathering pool. Or it hits something and has an effect on it. When we make decisions that we know in our hearts are wrong, or make choices even though we have doubts, it produces a trickle-down effect on our Eman and on the world around us.

On the authority of Wabisah bin Ma`bad (رضي الله عنه), the following Hadith was related: I came to the Messenger of Allah ﷺ and he said: "You have come to ask about righteousness?" I said: "Yes." He said: "Consult your heart. Righteousness is that about which the soul feels tranquil and the heart feels tranquil. And wrongdoing is that which wavers in the soul and moves to and fro in the breast, even though people again and again have given you their legal opinion (in its favor)." [*Ad-Darimi*]

Deep down inside, we know what is right and what is wrong. But sometimes we still choose the wrong thing. Everyone does. We all make bad decisions sometimes. But we don't have to let it continue. We can do something about it. Ibn-e-Abbas (رضي الله عنه) related that the Messenger of Allah ﷺ said: "Allah has pardoned for me my people for (their) mistakes and (their) forgetfulness and for what they have done under duress." [*Ibn-e-Majah* & *Al-Baihaqi*]

Your Creator rescues our souls and forgives! He is, after all, the Most Merciful. Sometimes we forget about that, especially when we make bad decisions. Or, maybe it's because we have made a lot of bad decisions. Some people may even feel like they have done so many terrible things they have gone past the point of no return --- like there is no chance for change. They constantly chant their mantra: "What's the use at this point?" But it is never too late, and we should never EVER feel hopelessness. There is always a way out because Allah's Mercy, Generosity, Love and Forgiveness are endless --- for everyone. He ﷻ provides each of us with ample opportunities to redeem ourselves from our bad deeds and our stupid mistakes, to right our wrongs and to make better choices, with even the simplest of actions.